

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	تقسیم میراث میں فرمانبرداری کرنے والوں کیلئے انعامات	۴	۱۳	۱۶۳
۱۰۸	تقسیم میراث میں نافرمانی کرنے والوں کیلئے وعید	۴	۱۴	۱۶۳
۱۰۹	زنا پر گواہوں اور سزا کا تعین	۴	۱۵	۱۶۵
۱۱۰	جہالت میں ہونیوالے گناہوں پر توبہ کی قبولیت ہے	۴	۱۷	۱۶۷
۱۱۱	موت کے وقت تک گناہ کرتے رہنے والوں کی توبہ قبول نہیں	۴	۱۸	۱۶۷
۱۱۲	عورتوں کے زبردستی وارث بننے کی ممانعت	۴	۱۹	۱۷۰
۱۱۳	بیوی کو دیا ہوا حق مہر طلاق دینے کے بعد واپس نہ لو	۴	۲۰	۱۷۲
۱۱۴	اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی ممانعت	۴	۲۲	۱۷۴
۱۱۵	نکاح کیلئے حرام قرار دی گئیں چودہ عورتوں کی تفصیل	۴	۲۳	۱۷۶
۱۱۶	فہرست مضامین پارہ نمبر 5			۱۷۸
۱۱۷	محرم اور غیر محرم عورتیں نیز حق مہر ادا کرنے کا حکم	۴	۲۴	۱۷۸
۱۱۸	لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اعتراض کا جواب			۱۷۹
۱۱۹	لونڈیوں سے نکاح بہتر نہیں مگر جائز ہے	۴	۲۵	۱۸۲
۱۲۰	لونڈی کو بے حیائی کے ارتکاب پر آدھی سزا ملے گی	۴	۲۵	۱۸۲
۱۲۱	نکاح کی پابندیاں تم سے پہلی امتوں پر بھی تھیں	۴	۲۶	۱۸۴
۱۲۲	انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے	۴	۲۸	۱۸۴
۱۲۳	ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھانے کی ممانعت	۴	۲۹	۱۸۶
۱۲۴	تجارت کمائی کا بہترین ذریعہ ہے	۴	۲۹	۱۸۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵	کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کے صغیرہ گناہ کی معافی	۴	۳۱	۱۸۸
۱۲۶	کبیرہ گناہوں کی فہرست			۱۸۹
۱۲۷	اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے	۴	۳۲	۱۹۰
۱۲۸	عورتوں اور مردوں کیلئے عبادت کا اجر ایک جیسا ہے	۴	۳۲	۱۹۰
۱۲۹	در ثناء کو ان کے مقررہ حصے دینے کا حکم	۴	۳۳	۱۹۲
۱۳۰	اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے	۴	۳۴	۱۹۴
۱۳۱	مردوں کو عورتوں پر فضیلت کیوں؟			۱۹۵
۱۳۲	نافرمان بیویوں کی اصلاح کا طریقہ	۴	۳۴	۱۹۴
۱۳۳	میاں بیوی میں جھگڑا ہونے کی صورت میں صلح کا طریقہ	۴	۳۵	۱۹۷
۱۳۴	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ	۴	۳۶	۱۹۹
۱۳۵	والدین اور دیگر اعزاء، اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	۴	۳۶	۱۹۹
۱۳۶	بخل (کنجوسی) کی مذمت	۴	۳۷	۱۹۹
۱۳۷	ریاکاری کی مذمت	۴	۳۸	۲۰۲
۱۳۸	اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا	۴	۴۰	۲۰۴
۱۳۹	اللہ تعالیٰ نیکی کو بڑھا دیتا ہے	۴	۴۰	۲۰۴
۱۴۰	حضور ﷺ تمام امتوں کی گواہی دیں گے	۴	۴۱	۲۰۵
۱۴۱	نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ	۴	۴۳	۲۰۷
۱۴۲	پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم	۴	۴۳	۲۰۷

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۳	تیم کرنے کا طریقہ	۴	۴۳	۲۰۷
۱۴۴	منافقین ایمان والوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں	۴	۴۴	۲۰۹
۱۴۵	ایمانداروں کو ”راعنا“ کی بجائے ”انظرنا“ کہنے کا حکم	۴	۴۶	۲۱۱
۱۴۶	یہود کو راہِ راست اختیار کرنے کا حکم	۴	۴۷	۲۱۳
۱۴۷	اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کو معاف کر دیگا	۴	۴۸	۲۱۵
۱۴۸	یہود کے غلط نظریہ کی تردید	۴	۵۱	۲۱۸
۱۴۹	یہود کے بے جا اعتراضات کا جواب	۴	۵۴	۲۲۱
۱۵۰	منکرین نبوت کی سزا کا ذکر	۴	۵۶	۲۲۱
۱۵۱	ایمان والوں پر انعامات الہیہ کا ذکر	۴	۵۷	۲۲۳
۱۵۲	امانتیں اُن کے اہلوں کے سپرد کرنے کا حکم	۴	۵۸	۲۲۴
۱۵۳	اللہ، اسکے رسول اور اولوالامر کی اطاعت کا حکم	۴	۵۹	۲۲۷
۱۵۴	منافقین کی منافقت کا انداز	۴	۶۰	۲۲۹
۱۵۵	منافقین کی مکاری کا انداز	۴	۶۲	۲۳۱
۱۵۶	سابقہ تمام اُمتوں کو انبیاء و رسل کی اطاعت کا حکم	۴	۶۴	۲۳۲
۱۵۷	گناہ ہو جائے تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں آ جاؤ	۴	۶۴	۲۳۲
۱۵۸	جو حضور ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں وہ ایماندار نہیں	۴	۶۵	۲۳۵
۱۵۹	اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں پر توبہ کو بہت آسان کر دیا	۴	۶۶	۲۳۷
۱۶۰	اطاعت گزار انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کیساتھ ہونگے	۴	۶۹	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۱	دشمن سے لڑنے کیلئے مسلح ہو کر نکلو	۴	۷۱	۲۴۱
۱۶۲	منافقین میدان جنگ میں جانے سے گھبراتے ہیں	۴	۷۲	۲۴۱
۱۶۳	دشمن سے جہاد صرف رضائے الہی کیلئے ہو	۴	۷۴	۲۴۳
۱۶۴	اللہ کی خاطر لڑنے والوں کیلئے اجر عظیم کی نوید	۴	۷۴	۲۴۳
۱۶۵	کمزور مرد، عورتوں اور بچوں کی التجاء پر جہاد کیلئے نکلنے کا حکم	۴	۷۵	۲۴۴
۱۶۶	کافر اور مومن کی لڑائی کا واضح فرق	۴	۷۶	۲۴۵
۱۶۷	جہاد کا حکم نازل ہونے پر ایمانداروں کو تسلی اور حوصلہ	۴	۷۷	۲۴۷
۱۶۸	موت سے بچنا ناممکن ہے	۴	۷۸	۲۵۰
۱۶۹	حضور ﷺ تمام انسانیت کے رسول ہیں	۴	۷۹	۲۵۰
۱۷۰	رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے	۴	۸۰	۲۵۲
۱۷۱	منافقین دورخی پالیسی اختیار کرتے ہیں	۴	۸۱	۲۵۲
۱۷۲	قرآن کریم میں غور و فکر کرنے کا حکم	۴	۸۲	۲۵۲
۱۷۳	منافقین کی اندرونی خباثت کا ذکر	۴	۸۳	۲۵۴
۱۷۴	حضور ﷺ کو بد رصغریٰ میں جا کر جہاد کرنے کا حکم	۴	۸۴	۲۵۴
۱۷۵	”اولی الامر“ سے مراد کون لوگ ہیں؟			۲۵۶
۱۷۶	نیک کام کی ترغیب دلانے پر اجر عظیم	۴	۸۵	۲۵۷
۱۷۷	برے کام کی ترغیب دلانا بھی گناہ ہے	۴	۸۵	۲۵۷
۱۷۸	سلام کا جواب دینا فرض ہے	۴	۸۶	۲۵۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۹	السلام علیکم کی عالمگیریت			۲۶۰
۱۸۰	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو جمع فرمائے گا	۴	۸۷	۲۶۱
۱۸۱	منافقین کے انکے کردار کے سبب اوندھا کر دیا گیا	۴	۸۸	۲۶۲
۱۸۲	کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی ایمانداروں کے لئے خطرناک	۴	۸۹	۲۶۳
۱۸۳	مرتد منافقین کو چند صورتیں اختیار کرنے پر معافی ورنہ قتل	۴	۹۰	۲۶۵
۱۸۴	ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں	۴	۹۲	۲۶۹
۱۸۵	قتل خطا کی تین صورتیں اور ان کا حل	۴	۹۲	۲۶۹
۱۸۶	جان بوجھ کر قتل کرنے والے کیلئے عذاب عظیم کی وعید	۴	۹۳	۲۷۱
۱۸۷	بغیر تحقیق کے کسی کو قتل نہ کرو	۴	۹۴	۲۷۳
۱۸۸	مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے	۴	۹۵	۲۷۵
۱۸۹	بلا عذر ہجرت نہ کرنی والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے	۴	۹۷	۲۷۷
۱۹۰	کمزور مرد، عورتوں اور بچوں کیلئے ہجرت نہ کرنے پر معافی	۴	۹۹	۲۷۷
۱۹۱	ہجرت کرنے پر دنیاوی فوائد حاصل ہونے سے اجر کم نہیں ہوگا	۴	۱۰۰	۲۷۹
۱۹۲	مسافر کو نماز میں قصر کرنے کا حکم	۴	۱۰۱	۲۸۰
۱۹۳	صلوۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ	۴	۱۰۲	۲۸۲
۱۹۴	نماز پڑھنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنے کا حکم	۴	۱۰۳	۲۸۴
۱۹۵	نماز مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے	۴	۱۰۳	۲۸۴
۱۹۶	کفار جنگ میں مارے جائیں تو واصل جہنم جبکہ مومن شہید ہوگا	۴	۱۰۴	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۷	مومن اور کافر میں فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے	۴	۱۰۷	۲۸۶
۱۹۸	اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی کام چھپانا محال ہے	۴	۱۰۸	۲۸۶
۱۹۹	خلوص دل سے توبہ کرنے پر قبول ہوگی	۴	۱۱۰	۲۸۹
۲۰۰	ہر کوئی اپنے گناہ کی سزا خود بھگتے گا	۴	۱۱۱	۲۸۹
۲۰۱	کسی پر بہتان لگانا بہت بڑا گناہ ہے	۴	۱۱۲	۲۸۹
۲۰۲	اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب ﷺ پر انعامات کا ذکر	۴	۱۱۳	۲۹۱
۲۰۳	اچھے مشورے میں ہی بھلائی اور اجر عظیم ہے	۴	۱۱۴	۲۹۳
۲۰۴	حضور ﷺ کی مخالفت سخت عذاب کا سبب ہے	۴	۱۱۵	۲۹۴
۲۰۵	شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کی معافی کا امکان ہے	۴	۱۱۶	۲۹۵
۲۰۶	شرک کی تین صورتیں			۲۹۵
۲۰۷	کفار و مشرکین اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کی پوجا کرتے ہیں	۴	۱۱۷	۲۹۷
۲۰۸	شیطان لوگوں کو گمراہی کی راہ پر چلاتا ہے	۴	۱۱۹	۲۹۷
۲۰۹	اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنانے والا نقصان میں ہے	۴	۱۱۹	۲۹۷
۲۱۰	شیطان کے سب وعدے جھوٹ اور دھوکہ ہیں	۴	۱۲۰	۲۹۹
۲۱۱	ایمان والوں کیلئے جنت کی خوشخبری	۴	۱۲۲	۳۰۰
۲۱۲	مومن مرد ہو یا عورت نیکی کا پورا اجر ملے گا	۴	۱۲۴	۳۰۲
۲۱۳	آسمان و زمین میں سب کچھ خدا کا ہے	۴	۱۲۶	۳۰۲
۲۱۴	بیوہ عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارہ میں احکامات	۴	۱۲۷	۳۰۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۵	گھریلو زندگی میں امن و سکون کی بھرپور کوشش	۴	۱۲۸	۳۰۵
۲۱۶	بیویوں میں عدل و انصاف قائم رکھنے کیلئے شوہروں کو ہدایات	۴	۱۲۹	۳۰۷
۲۱۷	اللہ سے ڈرنے کا حکم	۴	۱۳۱	۳۰۹
۲۱۸	آسمانوں اور زمینوں میں سب کچھ اللہ کا ہی ہے	۴	۱۳۲	۳۰۹
۲۱۹	زندگی اور موت اللہ کی قدرت میں ہے	۴	۱۳۳	۳۱۰
۲۲۰	دنیا و آخرت دونوں کا ثواب طلب کرنے کی ہدایت	۴	۱۳۴	۳۱۰
۲۲۱	گواہی صحیح دوا کر چہ والدین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو	۴	۱۳۵	۳۱۲
۲۲۲	مرتدین کیلئے بخشش نہیں	۴	۱۳۷	۳۱۴
۲۲۳	منافقین کیلئے دردناک عذاب کی وعید	۴	۱۳۸	۳۱۵
۲۲۴	مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست بنانے میں عزت نہیں	۴	۱۳۹	۳۱۵
۲۲۵	اسلام کا مذاق اڑانے والی مجالس میں نہ بیٹھو	۴	۱۴۰	۳۱۷
۲۲۶	منافقین کی اسلام دشمنی کا ایک انداز	۴	۱۴۱	۳۱۹
۲۲۷	منافقین اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں	۴	۱۴۲	۳۲۰
۲۲۸	سستی اور ریا کاری کی نماز منافقین کی ہے	۴	۱۴۲	۳۲۰
۲۲۹	مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ	۴	۱۴۴	۳۲۲
۲۳۰	منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے	۴	۱۴۵	۳۲۲
۲۳۱	منافقین کی توبہ قبول ہونے کی صورتیں	۴	۱۴۶	۳۲۳
	وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعد خلقہ			

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مِمَّا
وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ فَحُصْنَيْنِ غَيْرِ
مُسَافِحَيْنِ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ
فَاتَّوَهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَكُمْ جُنَاحٌ عَلَيْكُمْ
فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

صَلَّى
الْعِظِيمِ

وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں (وہ
بھی تم پر حرام ہیں) مگر جن عورتوں کے تم مالک
بن جاؤ (کفار کی عورتیں جو جنگ میں ہاتھ
آئیں) یہ حکم تم پر اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا
ہے، ان کے علاوہ تم پر سب عورتیں حلال کی گئی
ہیں، کہ تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو،
اس حالت میں کہ تم ان کو قلعہ (نکاح) کی
حفاظت میں لانے والے ہو، نہ کہ محض عیاشی
کرنے والے ہو، پھر جن عورتوں سے تم نے
نکاح کر کے فائدہ اٹھایا ہے انہیں اُن کے حق مہر
ادا کرو کہ اللہ کا مقرر کردہ فرض ہے، مہر مقرر
کرنے کے بعد تم جس قدر کی بیشی پر راضی ہو
گئے ہو تو کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ خوب جاننے
والا، بہت حکمت والا ہے۔ (۲۴)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اُن محرمات کا ذکر ہوا ہے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور دودھ پلانے کی وجہ سے حرام
ہیں، تیسری قسم میں ان محرمات کا ذکر ہے جن کے ساتھ نکاح کے رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام کیا گیا ہے۔
بیویوں کی مائیں، بیوی کی بیٹیاں، بیٹیوں کی اولاد، بیٹی کی بیوی، پوتے کی بیوی، نواسے کی بیوی، باپ دادا
کی عورتیں یہ سب حرام ہیں، جیسے تفصیل گزر گئی۔ ان محرمات کے علاوہ باقی سب جائز ہیں ”الا ما ملکت
ایمانکم“

ایمانکم“ کے ارشاد گرامی سے واضح ہے، کہ کفار کی وہ خواتین جو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں اور قید ہو جائیں انہیں لونڈیاں بنالیا جاتا ہے۔ اسلامی لشکر کا سربراہ ایسی خواتین کو اسلامی لشکر میں تقسیم کر دیتا ہے تو ان خواتین سے ان کے مالک بغیر نکاح کے مباشرت کر سکتے ہیں۔

اسلام کے اس ضابطے پر عام طور پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ بغیر نکاح کے تعلق کیسے جائز ہو سکتا ہے، جواب واضح ہے کہ اسلام کے اصول، قواعد و ضوابط اٹل ہیں جو فیصلہ کر دیا گیا ہے وہ حق ہے۔ اس پر اعتراض بے معنی ہے۔ حلال جانور کو کھانے کیلئے اس کا ذبح کرنا شرط ہے بغیر ذبح کئے اس کا استعمال اسلام نے ناجائز قرار دے دیا ہے مگر مچھلی کھانے کیلئے ذبح کا کوئی مسئلہ نہیں، وہ بھی تو جانور ہے، ذی حیات ہے مگر کبھی کسی کو اعتراض کی نہیں سوجھی۔ نکاح میں کیا صورت ہے کہ ایجاب و قبول سے مرد و عورت ایک دوسرے پر حلال ہو گئے، یہاں بھی ان پر کسی قسم کی ملامت نہیں ایسے ہی اس سلسلہ میں ”او ما ملک ایمانکم“ کا ارشاد خداوندی ہے جو حلال کر رہا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ”فانہم غیر ملومین“

غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں یہ بھی ذہن میں رہے کہ اسلام نے ان کے قید میں لانے کے بعد کوئی لازم نہیں کیا کہ انہیں غلام اور لونڈی بنا کر رکھا جائے، بلکہ انہیں آزاد کر دینے کا فرمایا گیا ہے چونکہ اُس دور میں غلام اور لونڈیاں بنانے کا رواج تھا، اسلام نے بھی فرما دیا وہ غلام لونڈی بنائیں تو تم بھی بنا سکتے ہو۔ مالی طور پر فدیہ کے بعد آزاد کر سکتے ہو۔ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس پر واضح دلیل ہے آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر دہلیز کعبہ پر شاندار اور تاریخی خطبہ میں کفار قیدیوں کو آزاد فرمایا ہے۔ جنگ بدر میں مالی فدیہ لے کر آزاد فرمایا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عظیم واقعہ بھی پیش آیا، جب ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے کہا میرے پاس کوئی مال نہیں، حضور ﷺ خود تشریف لائے اور فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے جنگ پر آتے ہوئے ام فضل کو بتایا تھا کہ میں جنگ میں مارا جاؤں تو اس سے بچوں کی پرورش کرنا، اسی بات پر حضرت

عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، آپ (ﷺ) نے ایسی بات بتائی جس کا میرے اور ام فضل کے بغیر کسی کو پتہ ہی نہ تھا۔

ایک موقع پر حضور ﷺ نے جنگی قیدیوں کے بارہ میں فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے قیدیوں کے متعلق سفارش کرتا تو میں سب کو آزاد کر دیتا۔ اسلام نے غلاموں اور باندیوں سے حسن سلوک کا ایسا حسین درس دیا ہے جس کا جواب نہیں، آزاد کر دینے پر عظیم اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے یہی وہ مقدس تعلیمات ہیں کہ آج غلام اور لونڈی کا وہ پرانا تصور ختم ہو گیا ہے۔

آیہ مقدسہ کے شروع میں ”والمحصنات من النساء“ کے ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ شوہروں والی عورتیں دوسروں پر حرام ہیں، جب تک کوئی عورت کسی کے نکاح میں ہے دوسرے پر حلال نہیں، اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ایک عورت بہ یک وقت ایک ہی شوہر کے پاس رہ سکتی ہے دو شوہر نہیں بنا سکتی۔ بعض آزاد خیال جہلاء خواتین کا کہنا کہ مردوں کی طرح انہیں بھی حق ہے کہ دو تین شوہر بنا لیں، ان کے اس جاہلانہ استدلال پر بے شمار خرابیاں نظر آتی ہیں۔ اس عنوان پر میں نے اپنی کتاب ”مدینۃ الرسول“ میں کثرت ازواج کے اعتراض پر تفصیلی بحث کے دوران اس پر بھی ناجائز ہونے کے کھلے دلائل دیئے ہیں، سب سے پہلی اور بڑی خرابی یہ ہے کہ بچے کا نسب ثابت ہونے میں دشواری ہوگی، جب کئی شوہر ہوں گے تو بچہ کس کا ہوگا؟، اس کا پتہ نہیں چل سکے گا، یہ حمل کس کا ہے؟ بچے کی ذمہ داری کس کی ہوگی؟ اس بچے کے دکھ سکھ کا کون سا تھی ہوگا؟ جب نسب ثابت ہی نہیں ہوگا تو حقوق و فرائض کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے گی؟۔ متعدد عورتیں تو ایک مرد سے حاملہ ہو سکتی ہیں مگر ایک عورت متعدد مردوں سے حاملہ نہیں ہو سکتی وہ ایک ہی سے حاملہ ہوگی۔

شوہر والی سے نکاح جائز نہیں اس پر یہ اعتراض بے جا ہوگا کہ اگر کفار سے لڑکی قید ہو کر آئی اور اس کا پیچھے نکاح ہے تو مسلمان اس سے فائدہ کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ یہ سوال اس لئے غلط ہے کہ جو عورت

دارالحرب سے دارالاسلام میں لائی گئی اس کا شوہر دارالحرب میں رہ گیا تو اس عورت کا نکاح دارالاسلام میں آنے کے ساتھ دارالحرب والے شوہر سے ختم ہو گیا اب اس عورت سے کوئی بھی مسلمان نکاح کر سکتا ہے اگر اسے باندی بنا کر کسی مسلمان فوجی کو دے دیا گیا تو وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

اسلام نے قیدیوں کو آرام و سکون سے رکھنے کا ضابطہ یہ بتا دیا کہ خواتین کو سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جائے روس کے قیدی کیمپوں کا مشاہدہ کرنے سے اسلام کی سرفرازی نمایاں نظر آتی ہے۔ کفار نے قیدیوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر انسانیت پر ظلم کیا، اسلام نے لوگوں کو اس ظلم سے بچایا، کفار قیدیوں نے مسلمانوں کی قید میں اپنے آپ کو امن، آرام اور سکون میں محسوس کیا۔

آیہ کریمہ کے آخر میں ان لوگوں کا منہ بند کر دیا گیا ہے جو کسی حکم خداوندی کو حالات کے مطابق نہ پا کر اُس میں نقائص پیدا کرتے ہیں، علتیں تلاش کرتے ہیں، انہیں فرما دیا گیا ہے تم کم علم ہو، نادان ہو، اللہ تعالیٰ علیم ہے، حکمت والا ہے دانا ہے، تم اپنی سمجھ کو حکم خداوندی میں دخیل نہ بناؤ، اس کے سبھی فیصلے برحق ہیں تمہاری سمجھ ان کا احاطہ کر سکے یا نہ کر سکے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، حضور ﷺ نے جنگ اوطاس کے موقع پر اسلامی لشکر کو جب اوطاس کی طرف بھیجا تو کفار ڈر کے مارے بھاگ گئے اور ان کی بہت سی خواتین مسلمانوں کے پاس آئیں، غازیوں نے خیال کیا چونکہ یہ خواتین اپنے شوہروں کے نکاح میں ہیں اور انہوں نے طلاق بھی نہیں دی، اس لئے ان سے فائدہ حرام ہے، جب یہ مسئلہ بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش ہوا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو ایسی لونڈیوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی گئی، اس روایت کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، خازن، روح المعانی نے نقل کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ
 الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَنْ فَتِنَتْكُمْ
 الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ
 فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآلِهِنَّ أُولَئِكَ
 بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٌ غَيْرُ مُسْلِفَاتٍ وَلَا مُتَخِذَاتٍ
 أَخْدَانٍ فَإِذَا أَحْصَيْتُمْ أَنْ تَنْكِحُوا فَاحْشِلُوا
 فَعَلَيْكُمْ مِنَ زَيْفِ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ
 الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ
 تُصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اللہ
 العظیم

اور جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے
 نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ مسلمانوں کی
 مملوکہ باندیوں سے نکاح کرے اور اللہ تمہارے
 ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، تم آپس میں
 ایک دوسرے کی جنس سے ہو، تم اُن (باندیوں)
 سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور
 ضابطہ کے مطابق انہیں حق مہر ادا کرو وہ کنیز رائیں
 قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والی ہوں،
 بدکردار نہ ہوں اور نہ ہی غیروں کو دوست بنانے
 والی ہوں اور جب وہ نکاح کے قلعہ میں محفوظ ہو
 جائیں اور پھر بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کو
 آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی یہ حکم
 تم میں سے اُس کیلئے ہے جس کو اپنی بدکاری کا ڈر
 ہو اور تمہارے لئے صبر کرنا بہتر ہے اور اللہ بہت
 بخشنے والا بے حد رحم والا ہے۔ (۲۵)

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں ان عورتوں کی تفصیل تھی جن سے نکاح حرام ہے، اب اُن عورتوں کا ذکر فرمایا جا رہا
 ہے جن سے نکاح بہتر نہیں مگر جائز ہے، یعنی لونڈیوں سے نکاح بہتر تو نہیں مگر جائز ہے۔ مسلمانوں کو حکم
 فرمایا جا رہا ہے کہ تم میں سے جو شخص آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہی نہیں، تو اُن لونڈیوں

سے نکاح کر لو جو کسی کی مملوکہ ہوں یہ خیال رکھو کہ لونڈی مومنہ ہو، کافرہ کے نکاح سے بچو اور ایماندار لونڈیوں کے نکاح سے نفرت نہ کرو، اللہ بہتر جانتا ہے کون طاقتور ایمان والا ہے اور کون کمزور ایمان والا۔

اس آیہ مبارکہ میں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ تمام مسلمان غلام ہوں یا آزاد ایک ہی جنس ہیں، آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ایک ہی نبی کی امت ہیں کسی کے بڑے ہونے کا معیار کوئی خاندان نہیں، مالی حیثیت نہیں کوئی دوسری خوبی و کمال نہیں۔ قرآن مقدس نے کسی کی بڑائی اور عظمت کے معیار کو اس طرح بیان فرمایا ہے ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ اللہ کے نزدیک عزت و فضیلت یہ ہے جو بڑا متقی ہے وہ بڑی عظمت والا ہے یہ بھی حکم فرما دیا گیا ہے کہ اُن سے طے کردہ حق مہر، انہیں بلا حیل و حجت ادا کر دیں کہ وہ اپنے مالکوں کو ادا کر دیں یا ان کے اخراجات، ضروریات کی رقم ان کو دو۔ بہتر یہ ہے کہ پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کرو، بدکردار لونڈیوں سے نکاح نہ کرو اور وہ جو خفیہ طور پر لوگوں سے دوستانہ مراسم رکھتی ہیں اُن سے بھی بچو کہ ایسا انتخاب تمہاری بربادی کا سبب بن جائے گا، ہاں اگر کوئی لونڈی پہلے ٹھیک تھی، تمہارے نکاح میں آنے کے بعد زنا کا جرم کر بیٹھی تو اُسے کنواری عورت کی سزا سے آدھی سزا دی جائے گی، آزاد کو سو کوڑے ہیں تو اُسے پچاس ہوں گے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے لونڈیوں سے نکاح اُس کیلئے مناسب ہے جسے زنا میں پھنسنے کا خطرہ ہو، بہتر یہی ہے صبر کرو اور لونڈیوں سے نکاح میں بار بار سوچو، اگر صبر نہ کر سکو تو نکاح کر لو، اللہ بہت بخشنے والا ہے، مہربان ہے، مجرموں کو معاف کر دیتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں لونڈیوں سے نکاح کرنے کی اُسے اجازت دی گئی ہے جس کے پاس آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہیں، امام ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ کا یہی موقف ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت ہوتے ہوئے باندی سے نکاح مکروہ ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ تو فرماتے ہیں کہ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت ہوتے ہوئے باندی سے نکاح حرام ہے۔ باندی سے نکاح میں بچنے اور محتاط رہنے کا حکم دیا گیا ہے

اگر مجبوری ہو جائے تو مومنہ کا انتخاب کرے چونکہ غیر مومن باندی سے جو اولاد ہوگی کہیں ماں کے نظریات اپنا کرا سلام سے باہر ہی نہ چلی جائے اگرچہ عیسائی یہودی خواتین سے نکاح کو جائز فرمایا گیا ہے مگر علماء نے محتاط رہنے کا مشورہ دیا ہے کہ کہیں یہ خواتین بچوں کو کفر کی طرف نہ لے جائیں۔

دور حاضر میں یہ بات بارہا مشاہدہ میں آچکی ہے یہود و نصاریٰ کی خواتین بچوں کو گمراہ کر دیتی ہیں اور ایماندار شوہر کچھ کر نہیں پاتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے احکام وضاحت سے بیان کر دے (اور چاہتا ہے) تمہیں ان لوگوں کی راہ پر چلائے جو تم سے پہلے گزر گئے اور وہ چاہتا ہے تمہاری توبہ قبول کر لے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۲۶)

اللہ چاہتا ہے تمہاری توبہ قبول فرما لے اور وہ لوگ جو خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں سیدھی راہ سے بہت دور کر دیں (۲۷) اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (۲۸)

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝
وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۝

صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِمُ
الْعَظِيمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ نکاح کی پابندیاں صرف تم پر ہی نہیں پہلی امتوں پر بھی تھیں، تمہیں نکاح کے بارہ میں وہ پابندیاں قواعد و ضوابط برضا و رغبت قبول کرنے چاہئیں چونکہ انسان خود

بخود ہدایت کی راہوں پر چلنے میں کمزور ہے۔ رب قدوس اُسے ہدایات سے نواز رہا ہے۔

حرام عورتوں کی تفصیل بیان فرمادی گئی کہ ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے بچو، اگر حرام اور حلال کا فرق نہ کیا جائے، انسانوں اور جانوروں کی افزائش نسل میں کوئی فرق ہی نہیں رہ جاتا۔ جانوروں کی طرح انسان بھی جہاں چاہیں جیسے چاہیں نفس پرستی کرتے رہیں، حلال و حرام کی تمیز کے ساتھ نکاح میں برکت ہوتی ہے، پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے، نسل و نسب میں پاکیزگی آتی ہے، فرمایا جا رہا ہے، لوگو اللہ تم پر رحمت فرمانا چاہتا ہے اور وہ گمراہ لوگ تمہیں سیدھی راہ سے ہٹا کر گمراہی کے گڑھے میں گرانا چاہتے ہیں، لہذا ایسے لوگوں کی اتباع نہ کرو، چونکہ زندگی میں مردوں کیلئے عورتوں کا ہونا ضروری ہے، اور انسانی مجبوری ہے اسی باعث اگر آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو تو لونڈی سے نکاح کی اجازت دے دی گئی ہے، انسانوں سے محبت کا مظاہرہ فرمایا جا رہا ہے کہ انہیں ان مشکلات سے بچنے کیلئے شریعت مطہرہ کے اصول و ضوابط فرمادیئے گئے۔ حدیث شریف میں ہے عورتوں میں بھلائی نہیں مگر ان کے بغیر صبر بھی نہیں۔

قرآن مقدس نے عورتوں کے حلال و حرام ہونے میں اور جائیداد کی تقسیم کے سلسلہ میں بڑی وضاحت سے ارشادات سے نوازا ہے جس سے پتہ چلتا ہے، شریعت مطہرہ میں حلت و حرمت کے اصولوں کو جاننا بہت ضروری اور اہم مسئلہ ہے شریعت پر اتباع کے بغیر طریقت جاننے کا دعویٰ بے معنی ہے جو لوگ شریعت سے کئی کتراتے ہیں اور صاحب طریقت ہونے کے نعرے لگاتے ہیں وہ عیسائیوں کے اس مشن کی تکمیل کر رہے ہیں جو کہتے ہیں شریعت بوجھ ہے، انسان اٹھا نہیں سکتا، شریعت لعنت ہے (خدا پناہ) انسانوں کو مسیح علیہ السلام نے اس سے بچالیا، (گلیتوں باب ۳ آیہ نمبر ۱۳ میں یہ عنوان ملتا ہے۔) ہمیں چاہئے کہ شریعت مطہرہ پر عمل کر کے بارگاہ قدس تک پہنچیں۔ سیدنا جنید بغدادی فرماتے ہیں خدا کی راہ کتاب و سنت میں گھری ہوئی ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ حضور ﷺ کی اتباع کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی کمزوری پر رحم آیا اور اسے خود ہی ہدایت سے نوازا،

ان چھوٹی چھوٹی تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر اپنے کرم کا بے پناہ اظہار فرما دیا ہے وہ چاہتا ہے تم پر احکام واضح کر دے، ہدایت دے دے، سیدھی راہ پر چلائے اور تمہاری توبہ قبول فرمائے، گمراہ لوگ تمہیں بھٹکانا چاہتے ہیں اللہ تمہیں بچانا چاہتا ہے، اللہ چاہتا ہے تم سے بوجھ ہلکا کر دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضا مندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے (۲۹) اور جو شخص زیادتی اور ظلم کی بنا پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اُسے دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے۔ (۳۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا

صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے سلسلہ میں ذکر فرمایا کہ اُن سے کس طرح تعلق رکھا جائے کوئی عورت سے تعلق جائز ہے کس سے ناجائز ہے؟ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اپنے مالوں کے اندر تصرف بھی اچھے جائز طریقہ سے ہو کہ غلط طریقہ سے کسی مال کا حاصل کرنا ناجائز نہیں۔ اس آیہ کریمہ میں حلال کمانے، حلال کھانے کا ذکر فرما دیا گیا ہے، تاکہ لوگ حرام کھا کر اپنے دل کو سیاہ نہ کریں، حلال کھائیں اور اپنے دلوں کو نور ایمان سے روشن کریں، ایمانداروں کو جائز طریقوں سے مال کمانے کا حکم ہے، ناجائز طریقوں سے روکا جا رہا ہے ایک جائز طریقہ فرمایا جا رہا ہے کہ آپس میں رضا مندی سے تجارت کرو، اس ذریعہ سے جو مال حاصل ہو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ آیہ مبارکہ میں جو ارشاد ہے ”لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ“ اس کے کئی معنی

کئے جاسکتے ہیں، ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، یہ معنی بھی کیا گیا ہے خود کشی نہ کرو، یہ بھی کیا گیا ہے تم ایسے جرائم نہ کرو جس کے بدلہ میں تم قتل کئے جاؤ، یہ بھی معنی کیا جاسکتا ہے کہ کاروبار معاش کے سلسلہ میں ایسی جگہ نہ جاؤ جہاں تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہو یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ حرام مال کھا کر اپنے کو عذاب کے حق دار نہ بناؤ۔ قرآن مقدس نے ”بالباطل“ کے ارشاد گرامی سے تمام ناجائز طریقوں سے کمائے گئے، مال کو حرام قرار دیدیا ہے، اس آیت مبارکہ کے پہلے جملہ میں ناجائز طریقوں کو بیان فرما دیا گیا، دوسرے جملہ میں تجارت کا ذکر کر کے جائز طریقوں کو واضح فرما دیا گیا۔

تفسیر مظہری میں معاملات کرایہ، مزدوری، ملازمت کو بھی تجارت میں داخل کیا گیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ناجائز طریقوں سے کسی کا مال کھانا حرام فرما دیا گیا، اگر اتفاق و رضا سے دوسرے کا مال حاصل کر لیا جائے تو اس میں تصرف جائز ہے، کسب معاش کے سلسلہ میں کئی مختلف ذرائع ہیں مگر حضور ﷺ کے ایک ارشاد سے تجارت کی اہمیت نمایاں معلوم ہوتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء“ امانت دار اور سچا تاجر انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ ایک اور حدیث شریف میں تاجر کی عظمت و اہمیت کو اس طرح فرمایا گیا ہے ”التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامہ“ سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔

اس عنوان پر تفسیر مظہری میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک ارشاد اس طرح درج ہے ”عمل الرجل بیدہ و کل مبیع مبرور“ ہاتھ کی مزدوری اور ہر بیع (پاک صاف) مبرور ہے۔ اسی عنوان پر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ملتی ہے، سب سے پاک کمائی تاجروں کی ہے بشرطیکہ وہ جھوٹ نہ بولیں وعدہ کی خلاف ورزی نہ کریں، امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں اور جب کسی سے سامان خریدیں تو اُسے برا نہ بتائیں، اُن کے ذمہ قرض ہو تو ٹالیں نہیں، جب لینا ہو تو مقروض کو تنگ نہ کریں و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں
 منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں
 کو معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ
 داخل کر دیں گے۔ (۳۱)

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبِيرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرُ عَنْكُمْ
 سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخِلَ كَرِيمًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے اگر تم بڑے گناہوں سے بچے رہو تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیں گے، یا اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہو گیا تو تم نے جھٹ تو بہ کر لی تو پھر بھی ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کرنا گناہ کہلاتا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے گناہوں کی دو قسموں کا پتہ چل رہا ہے، ”کبیرہ گناہ اور صغیرہ گناہ“۔ دوسری بات فرمائی گئی اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں سے بچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ نیک کام صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، جیسے احادیث طیبہ میں ملتا ہے وضو اعضاء کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔ چہرہ دھویا تو آنکھ، کان، ناک کے گناہوں کا کفارہ بن گیا وضو کر کے مسجد کی طرف چلا تو ہر قدم گناہوں کا کفارہ بنتا جاتا ہے۔ ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ تو بہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں میں مبتلا رہنے کا عادی ہو گیا تو اس کے اعمال صالحہ اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بھی نہیں بن سکیں گے۔ صغیرہ گناہوں کے کفارہ کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کوشش کر کے کبیرہ گناہوں سے بھی بچتا رہے۔

کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر شریعت مطہرہ نے کوئی شرعی حد یا سزا مقرر کر دی ہے یا ایسا گناہ جس پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہوں یا ایسا گناہ جس پر جہنم کی وعید آئی ہو اگر کسی صغیرہ گناہ پر ہمیشگی کی جائے اور جرأت کی جائے تو وہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔ کبیرہ گناہوں کی تعداد ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الزواجر میں چار

سوساٹھ سے زائد بتائی ہے۔

حضور ﷺ کے مختلف ارشادات سے بہت سے کبیرہ گناہوں کا پتہ چلتا ہے، بخاری شریف کی ایک حدیث شریف میں فرمایا ”سب سے بڑے گناہ تین ہیں، (۱)۔ اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانا (۲)۔ ماں باپ کی نافرمانی (۳)۔ جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔ ایک اور ارشاد پاک میں اس طرح ملتا ہے ”سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ اس کے بعد کونسا گناہ کبیرہ ہے فرمایا بچے کو اس بناء پر قتل کرنا کہ وہ کھانے میں شریک ہوگا عرض کی گئی حضور پھر، تو فرمایا پڑوسی کی بیوی سے بدکاری ہے (بخاری و مسلم میں ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے کبیرہ گناہوں میں یہ بھی ہے کہ اپنے ماں باپ کو گالیاں دے عرض کی گئی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے ماں باپ کو گالیاں دے؟ فرمایا ہاں جو کسی کے ماں باپ کو گالیاں دے گا وہ اس کے ماں باپ کو گالیاں دے گا یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اُس نے خود ماں باپ کو گالیاں دیں۔

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں حضور ﷺ نے کبیرہ گناہوں کی ایک فہرست اس طرح بھی فرمائی ہے، شرک کرنا، ناحق قتل کرنا، ناجائز طریقہ سے یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، پاکدامن خاتون پر الزام لگانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی کرنا یہ سب کبیرہ گناہ ہیں۔ مختلف ارشادات سے یہ صورتیں بھی گناہ کبیرہ کی ہیں جھوٹی قسم کھانا، جادو سیکھنا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، مسلمان بھائی پر عیب لگانا جس سے اس کی بے عزتی ہو، نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھنا، رب کی رحمت سے مایوس ہونا، عذاب و سزا سے بے خوف ہونا۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے حضور ﷺ سے عرض کی گئی حضور! تباہ حال اور برباد کون لوگ ہیں؟ فرمایا متکبر، دوسرا جو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے احسان جتائے، تیسرا جو بوڑھا ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو، چوتھا جو بادشاہ ہونے کے باوجود جھوٹ بولے، پانچواں جو محض دکھاوے کیلئے امام کے ہاتھ پر بیعت کرے۔

صحیحین کی ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ چغل خور جنت میں نہ جائے گا یہ بھی کبار میں شامل ہے، نسائی شریف میں ہے چند آدمی جنت میں نہ جائیں گے شرابی، ماں باپ کا نافرمان، رشتہ داروں سے بلا وجہ مقاطع کرنے والا، احسان جتلا نے والا، اپنے اہل و عیال کو برائی سے نہ روکنے والا، کبار کی تصریح اور اس عنوان پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى
بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ
نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَسَأَلُوا اللَّهَ
مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝
صلی اللہ علیہ وسلم
العظمت

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کیلئے ان کی کمائی سے حصہ ہے عورتوں کیلئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، بے شک اللہ ہر شے کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ (۳۲)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھائیں، اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے مال کی خواہش کرنے سے بھی روکا جا رہا ہے، معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مسلمانوں کو مال و دولت، عزت سے نوازا ہے تو دوسرے اس کے حاصل کرنے کیلئے تمنا نہ کریں، حسد سے بچیں ہاں شریعت مطہرہ میں رشک کی اجازت دے دی گئی ہے کہ یا اللہ! جس طرح تو نے اسے مال دیا ہے مجھے بھی دے میں بھی اُسے تیری راہ میں خرچ کروں، حسد کو حرام قرار دے دیا گیا۔ حسد یہ ہے کہ یہ مال یہ عزت اس کے پاس ہے کیوں؟ حسد کا معنی یہ ہے آدمی یہ چاہے کہ وہ نعمت اُسے ملے یا نہ ملے مگر اُس شخص کے پاس نہ رہے، حسد ایک روحانی بیماری ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”حسد نیکوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے

آگ لکڑی کو۔۔ درویش کہتے ہیں حاسد اور طامع بندہ اسی طرح رحمت سے محروم رہتے ہیں جیسے یہ دونوں لفظ نقطہ سے محروم ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا باعث یہ ہوا، مردوں نے کہا ہم چاہتے ہیں جس طرح ہمیں وراثت میں دو گنا حصہ ملتا ہے ہماری عبادتوں کا اجر بھی عورتوں سے دو گنا ہو اور عورتوں نے کہا ہم چاہتی ہیں ہمارے آدھے گناہ مردوں پر ڈال دئے جائیں اس کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، اپنے اعمال کا صلہ نہ مانگو۔ آیہ کریمہ میں اس سے روک دیا گیا ہے کہ کسی دوسرے کی شکل، عزت، ذہانت دیکھ کر اپنے کو اس طرح کا بنانے کی کوشش، حسرت سے اپنی زندگی کو تلخ نہ بناؤ، اللہ پر صابر بنا کر رہو، یہ مال و دولت انسان کا حقیقی شرف نہیں، حقیقی شرف، عزت تو یہ ہے کہ بندہ بارگاہ قدس میں مقرب ہو اور یہ تمہارے کردار پر ہے اگر نیکی کرو گے، اعمال صالح اپناؤ گے، اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھو گے تو یہ مقام نصیب ہو جائے گا۔ اس آیہ کریمہ میں یہ بھی فرما دیا گیا جیسے مرد اپنی کمائی ہوئی دولت میں مالک ہے صاحب اختیار ہے اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہے، عورت بھی ایسے ہی مالک متصرف ہے، اللہ سے مانگتے رہنے اور اس کی طرف متوجہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ سے اس کے فضل کو مانگو وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔

آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا، سیدہ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور! مرد جہاد کرتے ہیں بڑے درجات حاصل کرتے ہیں، میراث میں بھی ان کا حصہ ہم سے دو گنا ہے، کاش ہم عورت نہ ہوتے مرد ہوتے تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی فرمایا گیا مسلمانو! اپنے پر ایک دوسرے سے حسد یا ناجائز آرزو نہ کرو کسی کو امیر کیا، کسی کو غریب، کوئی مرد کوئی عورت یہ ایک نظام قدرت ہے مرد اپنے مقام پر صاحب عزت ہیں، تو عورتیں اپنی جگہ باوقار ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کیلئے وارث مقرر کر دیئے ہیں اولاد اور قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے سو تم انہیں اُن کا حصہ دے دو بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ (۳۳)

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
العظيمة

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ بعض بندوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، اب اسی فضیلت کی کچھ تفصیل ہے کہ میراث کے حصوں کے مستحق لوگوں میں بعض بعض سے زیادہ حصہ پاتے ہیں یا اس آیہ کا پہلی آیہ سے یوں بھی ربط ہے کہ پہلے ذکر تھا مرد و عورت کو اپنی اپنی کمائی کا ہی حصہ ہے، اب ذکر ہے بعض اوقات کمائی کے علاوہ دوسری طرف سے بھی حصہ مل جاتا ہے جیسے میراث کا حصہ ہے یہ اس کی کمائی نہیں مگر وارث کو مل رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قبول کر لینے کا حکم دیا، حضرت عبدالرحمان نے معذرت کر دی اور اسلام قبول نہ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جذبات میں قسم اٹھائی اور فرمایا میں اپنی کمائی سے عبدالرحمان کو ایک دانہ بھی نہ دوں گا، پھر اللہ کا فضل ہوا، عبدالرحمان مسلمان ہو گئے، تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ صدیق اکبر ؓ کو حکم دیا گیا کہ اپنی جائیداد سے اپنے بیٹے عبدالرحمان کو اُن کی میراث کا حصہ دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ آپ خود صحابی ہیں، بیٹا صحابی ہے اور باپ ابو قحافہ صحابی ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے ہر شخص کیلئے یا ہر قوم کیلئے وارث چھوڑے ہیں جو اپنے قریبی رشتہ داروں کے ترکہ سے حصہ لیتے ہوں اور اگر تم میں سے کسی نے حلفیہ کہہ دیا کہ میرے بعد تو میرے مال کا وارث ہے تو حسب وعدہ اس کو حصہ دیا جائے اور اُسے محروم نہ کیا جائے وعدہ پورا کیا جائے،

حقوق العباد کا مسئلہ بہت بڑا اہم مسئلہ ہے اس میں کسی قسم کی گڑبڑ نہیں ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ سب کچھ مشاہدہ فرما رہا ہے، اگر تم نے کسی قسم کی کمی بیشی کی تو اس کی طرف سے تم سخت سزا پاؤ گے۔ تقسیم مال کے سلسلہ میں یہ یاد رہے کہ میت کا سارا مال تقسیم نہیں ہوگا بلکہ سب سے پہلے میت کے کفن و دفن کا خرچ پھر میت کے ذمہ قرض کی ادائیگی پھر وصیت پھر وراثہ میں تقسیم اگر میت کے ہاں کسی کی رقم بطور امانت تھی تو یہ رقم تقسیم نہ ہوگی کہ میت کی ملکیت نہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں معاہدہ کا ذکر ہے کہ جس سے تم نے عہد کر لیا ہے اُسے بھی دو، یہ ضابطہ ابتدائے اسلام میں تھا اب اگر دوسرے وراثہ موجود ہیں تو اس باہمی معاہدہ کا تقسیم میراث پر کچھ اثر نہ ہوگا پہلے وارثوں کو ان کا حق دیا جائے گا مال ختم ہو گیا تو اس معاہدہ کا اجراء نہیں ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں دور جاہلیت کی ایک رسم کی تردید ہے کہ بعض اپنی دوستی کی بناء پر عہد کر لیتے کہ میری جائیداد سے اُسے حصہ دیا جائے کہ بعض کسی کو منہ بولا بیٹا کہہ دیتے اور کہتے اُسے مال سے حصہ دیا جائے کہ وہ بھی وارث ہیں اس کی تردید فرمادی گئی، مال کے اصل وارث تو وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وارث ٹھہرایا ہے اور جن کے ساتھ ان کا معاہدہ ہوا ہے یہ ضابطہ منسوخ ہو گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ
بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ
فَالصَّالِحَاتُ قَنَاطٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ
وَالَّتِي تُخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ
فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا
عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا

للہ
الْحَقُّ
الْحَقُّ

مرد عورتوں پر حاوی ہیں اور ذمہ دار ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت
دی ہے اور اس لئے بھی کہ مردوں نے ان پر
اپنے مال خرچ کئے ہیں نیک عورتیں تابع فرمان
ہیں مردوں کی پس پشت وہ حفاظت کرنے والی
ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی کا ڈر ہو تو
انہیں نصیحت کرو اور انہیں ان کے بستروں پر
اکیلا چھوڑ دیں اور انہیں (تادیب کے طور پر)
(معمولی) ماریں۔ اگر وہ تمہاری تابع فرمان ہو
جائیں تو ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرو بے
شک اللہ نہایت بلند بہت بڑا ہے (۳۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ ایک موقع پر سعد بن ربیع کی اہلیہ حبیبہ بنت زید نے کسی سلسلہ میں
اپنے شوہر کی نافرمانی کی ان کے شوہر سعد بن ربیع نے انہیں طمانچہ مارا۔ جب یہ خبر حبیبہ کے والد زید بن
زہیر کو پہنچی تو وہ اپنی بیٹی کو لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری بیٹی کو
اس کے شوہر نے طمانچہ مارا ہے، بدلہ دلایا جائے حضور ﷺ نے بدلہ لینے کی اجازت دے دی کہ وہ بھی اسی
طرح اپنے خاوند کو تھپڑ مارے جب یہ خاتون اپنے شوہر کو تھپڑ مارنے کے ارادہ سے چلیں تو یہ آیہ پاک نازل
ہوگئی۔ حضور ﷺ نے حبیبہ کو واپس بلا لیا اور یہ آیہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا بیوی شوہر سے بدلہ نہیں لے سکتی اور یہ
بھی فرمایا میں نے کچھ چاہا تھا، اللہ تعالیٰ نے کچھ فیصلہ فرمایا اس کا فیصلہ افضل ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی

ہے کہ یہ خاتون سعد کی بیوی تھی اور ثابت بن قیس کی بیٹی۔

اس آئیہ کریمہ میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت کا ذکر ہے جس کی ایک وجہ تو یہ سامنے آتی ہے کہ نبوت کا عظیم مرتبہ صرف مردوں کیلئے ہی ہے کوئی خاتون نبی نہیں ہوئی، دوسری وجہ یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو کامل دین اور کامل عقل بنایا ہے۔ کامل دین اس طرح ہے کہ مرد بہر حال نماز، روزہ، تلاوت کر سکتا ہے، جبکہ خواتین مہینے میں کچھ دن معذور ہوتی ہیں، تیسری وجہ مرد ایک کی گواہی اور اس کے مقابلہ میں خواتین دو کی گواہی معتبر ہے، چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ خواتین کے اخراجات، کفالت مردوں پر ہے کہ وہ انکی تمام گھریلو ضروریات کا اہتمام کریں۔ مرد اس لئے بھی اہم ہے کہ عورت کے تمام اخراجات حتیٰ کہ اس کا کفن دفن بھی شوہر کے ذمہ ہے اس آئیہ میں ارشاد ہے نیک بیویاں اپنے شوہروں کی تابع فرمان ہوتی ہیں، خاوند گھر نہ ہو تو اسکے مال کی حفاظت اس کی عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔ خاوند کے مال اور اس کی اولاد کی محافظ ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مردوں پر لازم کیا ہے کہ ان کے معاملات میں پوری دلچسپی لیں، ذمہ داری نبھائیں مردوں کو حکم دیا کہ وہ کمائیں اور بیویوں کو کھلائیں۔

اس آئیہ مبارکہ میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر کسی بیوی کی نافرمانی کا ڈر ہے اس کا کردار شوہر کو پسند نہیں تو اسے فوراً گھر سے نکال دینے کا فیصلہ نہ کر لو بلکہ آرام سے اُسے سمجھاؤ کہ وہ اپنی بری عادات سے باز آجائے۔ اگر ایسا نہ کریں کہ وہ اپنی عادات پر پکی رہیں تو ان سے سلام کلام چھوڑ دیں اور محبت سے منہ موڑ لیں، ہو سکتا ہے شوہر کا یہ انداز اسکی اصلاح کا باعث بن جائے اگر یہ صورت بھی کامیاب نہیں ہوتی تو پھر ہدایت کے طور پر معمولی مار بھی لیں اور ان پر سختی کیلئے بہانے تلاش نہ کریں اُن پر نرمی کرو تم ان پر حاکم ہو اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے معاف کرتا ہے تم بھی خواتین سے وہی معافی کا اصول لاگو کرو۔

مردوں کو اپنی اس بڑائی پر فخر نہیں کرنا چاہئے متکبر نہیں ہونا چاہئے یہ اللہ کا فضل ہے جو ان پر ہوا، اس عظمت کے صلہ میں انہیں اپنے رب کا شکر گزار بندہ بننا چاہئے، بیویوں پر نرمی، شفقت، اولاد سے حسن

سلوک ایسے معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ عورتوں کو چاہئے وہ اپنے شوہروں کی اطاعت فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کریں اس جوڑے کو اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر زندگی گزارنی چاہئے، یورپ میں خواتین کو شوہروں کے برابر کرنے کا شوق ہے اور مغربی ممالک اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں مگر ان کی اس روش کا نتیجہ کس قدر بھیانک ہے وہ بات مخفی نہیں۔ یورپ میں آنے جانے والوں سے پوچھیں اس صورت حال سے کس قدر فتنے بڑھے ہیں کس قدر لڑائیاں اور جھگڑے عام ہیں۔ عدالتوں میں اکثر مقدمات انہیں میاں بیوی کے جھگڑوں کے چل رہے ہیں۔ ہماری نسبت مغربی ممالک میں طلاق کے مقدمات پچاس فیصد ہم سے زیادہ ہیں جن کی وجہ عورت کی مرد پر فوقیت اور چڑھت ہے، مجھے کئی سالوں سے مغربی ممالک میں آنے جانے کا اتفاق ہو رہا ہے بے شمار شوہروں کو بیویوں نے گھروں سے نکال دیا ہے اور وہ در بدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں ہمارے ہاں اول تو یہ صورت ہے ہی نہیں اگر ہے تو دو چار فیصد ہے جس کی اصلاح بھی جلدی ہو جاتی ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں اچھی بیویوں کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ وہ شوہروں کی تابع فرمان ہوں، ان کی عزت و آبرو اولاد کی محافظ ہوں، اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی تابع ہوں۔ ہر مرد ہر عورت سے افضل نہیں امہات المؤمنین، صحابیات ہم عام مردوں سے کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ ہیں، ہاں صحابیات اپنے صحابہ شوہروں سے افضل نہیں ہو سکتیں۔ بیوی ہر حالت میں مجبور نہیں کہ شوہر کی بات مانے اگر شوہر اُسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کرنے کو کہے تو عورت پر قطعی لازم نہیں کہ وہ مرد کی خلاف شریعت بات مانے۔ اس سلسلہ میں ”لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق“ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں، کے اصول کو سامنے رکھا جائے گا۔ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے شوہر کی اطاعت گزار بیوی کی عظمت کو حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا، اطاعت کرنے والی بیوی کیلئے پرندے ہوا میں اور مچھلیاں دریا میں، فرشتے آسمانوں میں، درندے جنگلوں میں استغفار کرتے ہیں۔ وفا شعار نیک بیوی کے عنوان

سے حضور ﷺ کا ایک ارشاد اس طرح بھی ملتا ہے، ”بہترین بیوی وہ ہے جب تم اُسے دیکھو تو خوش ہو جاؤ، کوئی حکم کرو تو وہ اطاعت کرے اور جب تم گھر سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُّوفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا
اگر تمہیں ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان جھگڑے کا ڈر ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے اور دوسرا منصف عورت کی طرف سے مقرر کر دو اگر وہ دونوں منصف اصلاح کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا۔ بے شک اللہ بہت جاننے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔ (۳۵)

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں فرمایا گیا اگر عورتوں سے اطاعت میں کچھ کمی محسوس کرو تو اصلاح کی پہلی صورت یہ ہے کہ آپس میں سمجھا بجا کر اصلاح کر لو اگر ایسی اصلاح سے کام نہ چل سکا تو پھر تنبیہ اور ناراضگی کا اظہار کرنے کیلئے بستر الگ کر لو اگر خدا نخواستہ عورت اس ہلکی پھلکی تنبیہ سے بھی نہ سمجھ سکی تو پھر معمولی مار مارنے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے جس کی حد یہ ہے کہ بدن پر اس مار کا اثر زخم نہ ہو مگر اس درجہ کی سزا کے استعمال کو رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ اچھے لوگ ایسا نہیں کرتے اگر خدا نخواستہ ان تنبیہات سے بھی معاملہ حل نہ ہو سکا تو اس فساد کو روکنے کیلئے فرمایا گیا کہ ایک منصف مرد کی طرف سے ہو دوسرا منصف عورت کی طرف سے ہو اور اس کی اصلاح کی کوشش کریں تو اللہ اپنے فضل سے حالات بہتر فرما دے گا ”حکما“ ارشاد فرما کر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ فریقین میں صلح کرانے والے اس کے اہل بھی ہوں

کہ وہ فیصلہ کرا سکتے ہیں دینی طور پر، ذہنی طور پر، علمی طور پر وہ اہل ہوں یہ صلح کرانے والے میاں بیوی کے پاس جائیں اس کا ذکر نہیں فرمایا گیا، وہ وہاں جا کر کیسے کریں، کیا کریں؟۔ البتہ قرآن مقدس نے ”ان یسریدا اصلاحا“ فرما کر بتایا اگر وہ باہمی مصالحت کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اپنے فضل و کرم سے صلح فرمادے گا، اگر یہ صلح کرانے والے نیک نیت ہوں گے، فریقین کے خیر خواہ ہوں گے اللہ ان کی مدد فرمائے گا اور صلح ہو جائے گی یہ منصفین صرف صلح کرانے تک ہی محدود رہیں گے۔ ہاں اگر میاں بیوی انہیں ایسا اختیار دے دیں کہ تم جو بھی فیصلہ کر دو وہ منظور ہوگا اب میاں بیوی ان کے ہر فیصلے کے پابند ہوں گے۔

ان دو آیات کریمہ میں خانگی زندگی کا جامع نظام فرمادیا گیا ہے، اگر ان پر عمل کیا جائے تو بہت سے گھریلو جھگڑے فتنے ختم ہو جاتے ہیں، اس آیت کریمہ کے آخر میں ”ان اللہ کان علیما خبیرا“ فرما کر دونوں حکموں کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ فیصلہ میں نا انصافی سے بچنا اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ علیم ہے خیر ہے۔ تمہیں اس کے ہاں حاضر ہونا ہے اور معاملات کا جوابدہ ہونا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا الَّذِينَ يَخْلَوْنَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَغْيِ وَيَكْتُمُونَ مَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا

صَلَّى
الْعِظَمَاءِ

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (اچھائی کرو) بے شک اللہ تعالیٰ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا (۳۶) جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں فضل سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۳۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بیوی کے اختلافات کو سدھارنے اور انہیں آپس میں ایک دوسرے سے اچھے تعلقات سے رہنے کا درس تھا اور ان اختلافات کو دور کرنے کی کئی صورتوں کا ذکر فرمایا گیا جیسے تفسیر سے واضح ہے اس آیہ پاک میں ماں باپ سے حسن سلوک کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، آیہ کے شروع میں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کا ذکر ہے جس سے واضح ہے کہ بندے پر اللہ کے حقوق کی ادائیگی کس قدر اہم ہے اور ضروری ہے، گویا آیہ شریفہ کے پہلے حصہ میں حقوق اللہ کا ارشاد ہے اور اس سے اگلے حصہ میں والدین سے حسن سلوک، قریبیوں سے، یتیموں سے، مسکینوں سے اور قریبی پڑوسیوں سے اور دور کے پڑوسیوں سے اور احباب مجلس سے اور مسافروں سے اور غلاموں سے اچھا برتاؤ، اچھے معاملات اور اچھا انداز، اچھا ماحول رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تکبر نجوسی سے روک دیا گیا ہے اور فرمایا گیا، اللہ تعالیٰ متکبر

بخیل کنجوسی کی ترغیب دینے والوں کو پسند نہیں فرماتا ایسے لوگ ذلت والے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا ذکر فرما دیا گیا جس سے واضح ہے حقوق العباد کا درجہ کس قدر اہم ہے کہ عبادت اور توحید کے ذکر کے بعد فوراً حقوق العباد کا بیان ہے یا یہ کہہ لیجئے عبادات کے ذکر کے بعد فوری طور پر معاملات کا ذکر ہے کسی کو اپنا خالق و مالک مانتے اور سمجھتے ہوئے اس کے سامنے عجز و انکساری سے پیش آنا، عبادت کہلاتا ہے۔ اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کیلئے جائز نہیں اور کسی کی فرمانبرداری کرنا اطاعت ہے عبادت نہیں، عبادت صرف اللہ کی ہے اور اطاعت اللہ کی بھی ہے رسول اللہ ﷺ کی بھی ہے اور کسی بزرگ کی بھی ہے۔ اطاعت تو سبھی کی ہے عبادت صرف اللہ کی ہے اور اتباع حضور ﷺ کی ہے جیسے قرآن مقدس کا ارشاد ہے ”فاتبعونی“ عبادت میں ضروری ہے کہ الوہیت کو مانتے ہوئے کی جائے اگر سجدہ کرنے میں الوہیت کا عقیدہ نہیں تو وہ عبادت نہیں جیسے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ہے یہ عبادت نہیں تعظیم تھی مگر اسلام میں کسی کو سجدہ تعظیمی بھی جائز نہیں۔

آیہ مبارکہ کے شروع میں الوہیت اور توحید کا ذکر کرنے میں حکمت واضح ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی صحیح معنی میں وہی کر سکے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا اس کی عبادت کا احساس ہوگا۔ عبادت خداوندی کے ذکر کے بعد فوراً ہی والدین سے حسن سلوک کا ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ والدین کی عظمت نمایاں ہو، بندے پر اللہ تعالیٰ کے انعامات، احسانات بے شمار ہیں اس کے بعد بندے پر سب سے زیادہ احسانات والدین کے ہیں، دنیا میں آنے کیلئے اس کے وجود کا سبب والدین ہی ہیں۔

قرآن مقدس نے اس اہم عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”ان اشکر لى ولو الدیك“ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ قرآن مقدس کے ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے ”لا تعبدون الا الله وبالوالدین احسانا“ احادیث طیبہ میں یہ عنوان کئی مقامات پر ملتا ہے، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے وصیتیں فرمائیں جن میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی

کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلادیا جائے دوسری وصیت فرمائی ماں باپ کی نافرمانی یا دل آزادی نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر چلے جاؤ، حضور ﷺ کے ارشادات میں جہاں والدین سے حسن سلوک کی تاکید ملتی ہے وہاں اس کے فضائل بھی بے شمار ملتے ہیں، بخاری و مسلم شریف میں ایک حدیث شریف ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہے اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو اُسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اپنے رشتہ داروں کے حق ادا کرے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ایک اور حدیث شریف نقل فرمائی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے بیہقی نے روایت کیا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں ماں باپ کا تابع فرمان بچہ جب اپنے والدین کو عزت و محبت سے دیکھتا ہے تو اُسے ہر نظر میں حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ امام بیہقی نے ایک اور روایت اس طرح بیان کی ہے، ماں باپ کا نافرمان دنیا میں ہی طرح طرح کی آفات و بلیات میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں قریبوں کو دینے کا حکم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عام غرباء، مساکین کو صدقہ دینے سے تو صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے، رشتہ داروں کو دینے میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور صلہ رحمی کا بھی۔ قرآن مقدس نے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں مسلم پڑوسی، غیر مسلم پڑوسی، محفل کا ساتھی، مسافر، غلام، باندی اور ملازمین کے حق کو بھی واضح فرمایا ہے اور جو لوگ حقوق کی ادائیگی میں لاپرواہی کرتے ہیں وہ متکبر ہیں، مغرور ہیں اللہ ایسے متکبر، مغرور کو پسند نہیں فرماتا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبَرٍ أَوْ كَمَا قَالَ ﷺ“ ایسا کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔

تکبر ہے کیا؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”الكبر بطن الحق و غمط الناس“ (مشکوٰۃ شریف) تکبر حق رد کرنے اور لوگوں کو ذلیل سمجھنے کا نام ہے۔ آیہ مبارکہ میں بخل کی مذمت ہے، سیدنا عبداللہ ابن عباس

رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں یہ آیہ مبارکہ یہود مدینہ منورہ کے حق میں نازل ہوئی، یہ لوگ مغرور تھے بخیل تھے۔
تورات میں بیان کی گئیں بشارات کو بھی چھپاتے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ
نے فرمایا ”السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ وَ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَ الْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ وَ بَعِيدٌ مِنَ
الْجَنَّةِ اَوْ كَمَا قَالَ ﷺ“ ”سخی اللہ سے بھی قریب ہے، جنت سے بھی قریب ہے، بخیل اللہ سے بھی دور
ہے جنت سے بھی دور ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے امام ترمذی نے بیان کیا، حضور ﷺ
فرماتے ہیں ”خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُوْمِنٍ الْبَخْلُ وَ سُوءُ الْخُلُقِ“ ”دو عادتیں کسی مومن میں
جمع نہیں ہوسکتیں“ ”بخل اور بد اخلاقی“

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
اور وہ لوگ جو لوگوں کو دکھانے کیلئے اپنے مال
خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ
آخرت کے دن پر اور وہ شخص جس کا ساتھی
شیطان ہو گیا تو وہ بہت برا ساتھی ہے (۳۸) اور
کیا نقصان تھا ان کا اگر اللہ پر ایمان لاتے اور
قیامت کے دن پر اور اللہ کے دیئے ہوئے
رزق سے خرچ کرتے اور اللہ انہیں اچھی طرح
جانتا ہے۔ (۳۹)

وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَهُوَ قَرِينًا
وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ
عَلِيمًا

اللہ
الْحَقُّ
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کو مذمت ہے جو کسی کام کو اللہ کی رضا اس کی خوشنودی اُس کی اطاعت کیلئے نہیں
بلکہ لوگوں کو دکھانے کیلئے کرتے ہیں اللہ پر آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اسے ریا کاری سے تعبیر کیا جاتا ہے،

شہاد بن اوس فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جس نے نماز دکھاوے کیلئے پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے روزہ دکھاوے کیلئے رکھا اس نے شرک کیا جس نے صدقہ دکھاوے کیلئے دیا اس نے شرک کیا (مشکوٰۃ شریف)

محمود بن عبید رضی اللہ عنہ سے ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے متعلق مجھے زیادہ اندیشہ شرک اصغر کا ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے؟ فرمایا ریا ہے دکھاوا ہے۔ یہی عنوان امام بیہقی کی روایت میں اس اضافہ سے ملتا ہے۔ قیامت کے دن جب اعمال صالح کا ثواب تقسیم ہوگا تو اللہ تعالیٰ ریا کرنے والوں سے فرمائے گا ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کیلئے تم دنیا میں نیک عمل کرتے تھے اور دیکھ لو ان کے پاس تمہارے لئے تمہارے اعمال کا ثواب اور جزا ہے۔

”ما ذا علیہم“ سے شروع ہونے والی آیہ پاک میں بخیلوں کو فرمایا جا رہا ہے اگر یہ لوگ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کریں تو ان پر کیا مصیبت آئے گی یہ سب کام آسان ہیں ان کاموں کے اختیار کرنے میں کوئی مصیبت نہیں کوئی مشکل نہیں پھر یہ لوگ نافرمان ہو کر جہنم کا ایندھن کیوں بن رہے ہیں اور آخرت کی تباہی اپنے سر کیوں لے رہے ہیں؟ ان لوگوں کا کیا حرج تھا؟ اگر یہ اللہ پر ایمان لے آتے قیامت کے دن پر ایمان لے آتے، اللہ کی راہ میں خیرات کرتے، ان کیلئے فائدہ ہی فائدہ تھا اللہ تعالیٰ ان کے ہر حال کو جانتا ہے، ان کی ریا کاری سے بھی خبر رکھتا ہے اور اگر اخلاص اختیار کر لیں، ایمان لے آئیں اسے بھی جانتا ہے اس ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ ریا کار کو ثواب نہیں ملتا، ثواب کیلئے اخلاص شرط ہے، ریا کاری کے عمل سے ثواب نہیں ملتا ریا کاری مومن کا کام نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اُسے دُگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ (۴۰)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ
حَسَنَةً يُضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا
عَظِيمًا

اللہ
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ریاکاری کی مذمت فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ ریاکار اور کفار کی نیکیاں برباد ہیں اب فرمایا جا رہا ہے ان نیکیوں کے تباہ و برباد ہونے پر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے اس کی نیکیاں برباد کر کے اس پر زیادتی کی ہے، ایسا ہرگز نہیں بلکہ اُس کے اپنے عمل نے ایسا کیا ہے۔ کفر نہ کرتا، دکھاوانہ کرتا تو اس کے عمل صالح کی کھیتی برباد نہ ہوتی بلکہ اجر ملتا۔ لوگوں کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا اگر ذرہ برابر بھی نیکی ہوگی تو اس کی قدر ہوگی اجر ملے گا اور ایسا نہیں ہوگا کہ گناہ زیادہ ہیں اور نیکی ایک ہے تو نیکی کو برباد کر دیا جائے بلکہ اس ایک نیکی کو اللہ تعالیٰ بڑھادے گا اور گناہ معاف فرمادے گا۔

ترمذی شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک شخص کے سامنے اس کی بد اعمالیوں کے دفتر کھول دیئے جائیں گے، اس سے پوچھا جائے گا بتا یہ گناہ تیرے ہیں یا نہیں وہ کہے گا یا اللہ میرے ہی ہیں پھر پوچھا جائے گا کہ لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر زیادتی تو نہیں کی وہ عرض کرے گا نہیں یا اللہ انہوں نے میرے کردار کے مطابق ہی لکھا ہے، پھر کہا جائے گا تجھے ان گناہوں کے متعلق کوئی عذر ہے وہ کہے گا یا اللہ! مجھے کوئی عذر نہیں یہ سارے گناہ میرے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی بھی ہمارے پاس ہے، ایک کاغذ لایا جائے گا جس پر یہ لکھا ہوگا ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ“ پھر بارگاہ قدس سے حکم ہوگا جاؤ اس شخص کے گناہوں کے دفاتروں سے اس کاغذ کا وزن کراؤ یہ بندہ کہے گا یا اللہ! اتنے بھاری دفاتروں سے ایک پرچہ کا وزن کیا معنی رکھتا ہے حکم ہوگا جا، وزن کرا، چنانچہ وزن ہونے پر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا اور اس مجرم کو

معاف کر دیا جائے گا۔

اس آیہ مبارکہ ”وان تک حسنه یضاعفها“ کا ظہور اس طرح ہوگا اس مجرم کے گناہ تو ہزاروں من وزنی تھے مگر اس پرچی پر خدا اور مصطفیٰ کا نام تھا جو سب پر بھاری ہو گیا اور یہ کام اس بندے کے عمل سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے ہوا ہے اس فضل کا اظہار ایک اور حدیث پاک سے اس طرح ملتا ہے جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ تمہیں بہت بڑی نعمت دی جائے گی عرض کریں گے یا اللہ وہ کونسی نعمت ہے حکم ہوگا میں تم سے راضی رہوں گا کبھی ناراض نہیں ہوں گا، نیکی کو دگنا کر دیا جائے گا، اس کا معنی یہ بھی ہے کہ بندہ نیکی پر دس گنا حق رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُسے بیس گنا اجر عطا فرما دے گا، یہ اس کا فضل ہی فضل ہے اور کرم ہی کرم ہے و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۖ يَوْمَئِذٍ يُؤَذُّنُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَغَصُّوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝

صلی اللہ علیہ وسلم
الحضرم

اس وقت کیسا منظر ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے (محبوب پاک) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے (۴۱) جو لوگ کافر ہوئے اور رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی اس دن وہ تمنا کریں گے کاش اُن پر زمین برابر کر دی جائے (وہ دفن کر دیئے جائیں) اور اللہ سے کسی بات کو چھپانہ سکیں گے۔ (۴۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے یہ سارا فیصلہ انبیاء علیہم السلام کی گواہی سے ہوگا کہ کسی کو شکایت کا موقع ہی نہ ملے، یہ آیہ مبارکہ حضور ﷺ کی بے شمار نعمتوں سے ایک نعمت ہے اور خوبیوں سے ایک خوبی ہے۔ سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر

حضور ﷺ نے مجھے قرآن پاک سنانے کا حکم دیا میں نے سورہ نساء شروع کی جب اس آیہ مبارکہ پر پہنچا تو حضور ﷺ نے مجھے بس کر دینے کو فرمایا اس وقت میں نے دیکھا حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے (روح المعانی) گویا حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب! (ﷺ) کفار و مشرکین آج تو ہوشیاری، چالاکی کر رہے ہیں، قیامت کے ہیبت والے دن یہ کیا کریں گے؟ جب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے بارہ میں گواہی دیں گے ان امتوں کے مجرم کفار و مشرکین اپنے جرموں کا انکار کریں گے تو تمہاری امت اُن انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے گی کہ اللہ کے سارے نبی سچے ہیں۔ انہوں نے اپنی امتوں کو ٹھیک ٹھیک احکام پہنچائے تھے مگر کفار نے قبول نہ کئے اس پر کفار اعتراض کریں گے کہ یہ امت (محمدی) ﷺ تو ہمارے وقت تھی ہی نہیں بغیر دیکھے گواہی کیسی؟ حضور ﷺ کی امت عرض کرے گی اے اللہ! ہم اپنے رسول کریم ﷺ کی زبان سے سن کر یہ گواہی دے رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو خدا کے احکام پہنچائے وہ سرکش ہو گئے اور نہ مانے پھر حضور ﷺ کو عدالت الہیہ میں بلایا جائے گا۔ حضور ﷺ اپنی امت کی گواہی کی تصدیق کریں گے یہ ایک طریقہ سے اُن انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی ہے۔

اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت کے احوال پر گواہی دیں گے، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قول اس کی تائید میں ہے جسے علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے یعنی حضور ﷺ پر صبح و شام انکی امت پیش کی جاتی ہے آپ ہر امتی کے عمل کو اور اس کے چہرہ کو پہچانتے ہیں اسی باعث حضور قیامت کے دن سب کے گواہ ہوں گے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی گواہی کیلئے اپنی امت کے صالحین، عابدین کو پیش نہ فرمائیں گے بلکہ حضور ﷺ کی امت کو پیش فرمائیں گے۔ حضور ﷺ کی امت پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے، اس گواہی ہو جانے پر کفار و مشرکین تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں مٹی میں دفن کر دیا جائے تاکہ جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔ کفار

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو چھپانے کی کوشش تو بہت کریں گے مگر ایسا کرنے سکیں گے۔ حضور ﷺ کی امت جو گواہی دے گی یہ دیکھ کر نہیں بلکہ حضور سے سن کر ہوگی حضور سے سن کر بتانا بھی ایسے ہی ہے جیسے آنکھوں سے مشاہدہ کر کے بتایا جائے۔ آیہ مبارکہ میں ”عصو الرسول“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ کفر کی تمام صورتوں سے بدترین صورت رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے اور ایمان کی تمام خوبیوں میں حسین ترین خوبی حضور ﷺ کی ذات پاک سے عشق و محبت ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست بحر و در گوشہ دامن اوست

آیہ مبارکہ میں کفر اور حضور ﷺ کی نافرمانی دونوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کفار کو کفر کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا، اور حضور ﷺ کی نافرمانی کے باعث بھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو، سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے (۴۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لِمَسْتُمُ النِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا

صلی اللہ علیہ وسلم
الحظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم پہلے انبیاء علیہم السلام کے گواہ بن کر حاضری دو گے اب حکم دیا جا رہا ہے کہ دنیا میں اپنے اعمال کی درستگی کرو، خصوصاً نماز کا خیال کرو، پاک صاف رہو۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: سیدنا علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں جس زمانہ میں شراب حلال تھی اُس دور میں ایک مرتبہ سیدنا عبدالرحمان بن عوفؓ کے گھر صحابہ کرام کے کھانے کا اہتمام تھا میں بھی شامل تھا، حسب معمول کھانے کے بعد شراب کا دور چلا، نماز مغرب کا وقت ہو گیا، لوگوں نے مجھے مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا چونکہ شراب پی ہوئی تھی نماز میں سورہ قل یا یہا الکا فرون پڑھی گئی اور چاروں مقامات پر لفظ ”لا“ چھوٹ گیا جس سے معنی بدل گیا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی، جس میں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔

اس حکم سے کافی حد تک شراب کا رواج ختم ہو گیا، پھر اس کے بعد سورہ مائدہ کی آیات شراب کے حرام ہونے میں نازل ہوئیں جن سے اسلام میں شراب کو قطعی حرام کر دیا گیا۔ ایک روایت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بھی ملتی ہے کہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کچھ لوگ شراب پی کر مسجد نبوی میں آ جاتے، ان کے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اگر شراب کے استعمال کو یک لخت ہی بند کر دیا جاتا تو مسلمان پریشان ہو جاتے، پہلے فرمایا گیا اس میں نفع بھی ہے نقصان بھی، پھر فرمایا گیا نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو، پھر شراب کی قطعی حرمت نازل ہو گئی اس آیہ پاک میں بارگاہ قدس میں حاضری کا ادب بھی سکھایا جا رہا ہے کہ نماز ایسی حالت میں پڑھو کہ تم ہشاش بشاش عقل و فکر، ذہن حاضر ہو، حضور ﷺ نے نیند کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے فرمایا جس پر نیند کا غلبہ ہو تو وہ نماز چھوڑ دے سو جائے، نیند کے بعد جب حواس درست ہوں تو نماز پڑھے۔

اس آیہ مقدسہ میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ تم نشہ

میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو تم کہہ کیا رہے ہو اور حالت جنابت میں بھی نماز نہ پڑھو، یہاں تک کہ غسل کر لو جس سے پتہ چل رہا ہے کہ صحت نماز کی شرائط میں غسل جنابت بھی ہے، اگر تم کچھ عذر رکھتے ہو مثلاً بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو تو ان دونوں عذروں سے تیمم کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ بہت بڑا معاف فرمانے والا ہے اور بخشنے والا ہے۔

تیمم کا حکم نازل ہونے کا واقعہ یہ ہوا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم حضور کے ساتھ سفر میں تھے، مقام بیدا پر میرا ہارٹوٹ کر گر گیا، سارا قافلہ تلاش ہار کی وجہ سے رک گیا یہاں پر پانی نہ تھا صحابہ نے حضرت ابو بکر ؓ سے شکایت کی کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی وجہ سے قافلہ رُکا، پانی نہیں ہے میرے والد ابو بکر (رضی اللہ عنہ) میرے پاس آئے اور مجھے تنبیہ کی کہ تم نے پریشان کیا ایسی جگہ روکا جہاں پانی نہیں ہے، اس وقت حضور ؐ میرے زانوں پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے، حضرت ابو بکر ؓ مجھے کوکھ میں اُنکلی چھوتے رہے، میں نہ ملی کہ حضور ؐ کے آرام میں خلل نہ آئے اسی حالت میں صبح ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کا حکم نازل فرما دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف دیکھا نہیں جنہیں کتاب سے حصہ دیا گیا وہ گمراہی مول لے رہے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ (۴۴) اور اللہ تمہارے دشمنوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور اللہ تمہارا حمایتی اور مددگار کافی ہے (۴۵)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ
يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا
السَّبِيلَ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَى
بِاللَّهِ وَلِيًّا ۚ وَكَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝

اللہ
صمد
الغنی

تفسیر

یہ آیہ مبارکہ مدینہ منورہ کے مشہور منافق عبداللہ بن ابی اور اس کے دوسرے چند ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی جو منافقین سے اکثر ملتے اور اسلام کی برائیاں بیان کرتے کہ وہ اسلام سے دور رہیں، تفسیر خازن نے ایک روایت اور بھی نقل کی ہے کہ رفاعہ بن زید اور مالک بن خثیم یہ دو شخص یہود سے تعلق رکھتے تھے جب کبھی یہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو گستاخانہ لہجہ اور بے ہودہ گفتگو کرتے، حضور رحمت عالم ﷺ ان کی بدتمیزی پر صبر فرماتے۔ یہ آیہ ان لوگوں کے حق میں اتری، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے یا مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم نے اُن بد نصیب گمراہ لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں توراۃ دی گئی اور انہوں نے اس کتاب سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ وہ ہدایت کے عوض میں گمراہی، ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کرتے ہیں اور وہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تم اسلام سے دور ہو جاؤ، ایسے لوگوں سے ہدایت کی کیا اُمید کی جاسکتی ہے، تم اپنے دشمنوں کو نہیں جانتے اللہ بہتر جانتا ہے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں ایمانداروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ دشمنوں کی سازشوں سے گھبراؤ نہیں ان کی کثرت سے پریشان نہ ہوں اللہ تمہارا حامی ہے، مددگار کا ساز ہے۔

آیہ مبارکہ میں بروں سے الگ تھلگ رہنے کا بھی درس ملتا ہے، یہ بھی درس ملتا ہے کہ ہدایت کا ملنا علم پر منحصر نہیں یہ خاص اللہ کی نعمت ہے، یہود عالم تھے، تورات پڑھتے تھے مگر گمراہ رہے۔

۱۔ علم و حکمت از کتب و دین از نظر

علم و حکمت کتابوں سے ملتا ہے اور دین نظر سے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرَ مَسْمُوعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِالسِّيَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمِعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

ﷺ
الْحَقُّ
الْحَقُّ

یہودیوں میں سے کچھ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور (آپ سے کہتے ہیں) سنئے آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں موڑ کر دین میں طعن کرتے ہیں، راعنا کہتے ہیں اور اگر وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ اُن کیلئے بہتر اور درست تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی سو اُن میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔ (۴۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اہل کتاب کی ایک برائی کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ وہ ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدتے ہیں، اب ان کی دوسری شدید قبیح حرکت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ تورات میں تحریف کرتے ہیں، تحریف دونوں طرح کی ہے، آیات کو بدل دیتے ہیں یا اُن کے معانی بگاڑ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنی چکنی چڑی باتوں سے صحیح راہ سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے لوگ یہود میں تھے جو تحریف کرتے تھے، حضور ﷺ سے ان کا رویہ منافقانہ تھا جب آپ سے ملتے یا صحابہ سے ملتے تو یہ کہہ دیتے تھے کہ ہم آپ کا فرمان غور سے سن رہے ہیں مگر دل سے انکار کرتے ہیں، یہ بھی کہتے ہیں حضور ہماری درخواست سنئے مگر دل سے منکر ہیں اور کہتے ہیں اللہ کرے آپ کے کان بیکار ہو جائیں، بظاہر تو یہ کہتے ہیں ”راعنا“ حضور ہماری رعایت کیجئے مگر دل میں اس کا مفہوم بگڑا ہوا رکھتے ہیں،

زبان کو موڑ کر کہتے ہیں ”راعینا“ (ہمارا چرواہا) معاذ اللہ! یہ ان کی طرف سے طعن زنی تھی کہ دیکھو ہم دل میں ارادہ اچھا نہیں رکھتے۔ جب انہیں ہمارے دلوں سے ہی واقفیت نہیں تو نبی کیسے ہو گئے، نبی تو خبر رکھنے والے کو کہتے ہیں، اور جو بے خبر ہے وہ نبی نہیں اگر یہ لوگ اخلاص و محبت سے یہ کہتے حضور ہم نے آپ کا فرمان سن لیا، اطاعت کریں گے اور یہ کہتے آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر کرم فرمائیں تو کتنا اچھا تھا اگر ایسا کہہ دیتے تو بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول ہوتے مگر وہ ایسی محبت کا اظہار کر ہی نہیں سکتے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے یہ کافر رہیں گے، کتنا اچھا تھا کہ وہ ”سمعنا و عصینا“ (ہم نے سنا اور نافرمانی کی) کے بجائے یہ کہہ دیتے ”سمعنا و اطعنا“ ہم نے سنا اور فرمانبرداری کی اور بجائے ”واسمع غیر مسمع“ کے صرف ”اسمع“ جس کے معنی صرف یہ ہیں آپ سن لیجئے کہہ دیتے اور ”راعینا“ کی بجائے ”انظرنا“ کہہ دیتے جس کا معنی ہے ہماری بہتری پر نظر فرمائیں۔ اگر یہ الفاظ کہہ دیتے تو ان کیلئے بہتر تھا، مگر انہوں نے تو ایسی نفع بخش بات کہی نہیں بلکہ وہ بے ہودہ باتیں کہتے رہے، ان کفریہ باتوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا، اب وہ ایمان نہیں لائیں گے، مگر بہت تھوڑے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْكِتَابَ الَّتِي نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلُ أَنْ تَطْيِسَ وُجُوهًا فَنُرَدَّ
هَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا أَوْ تَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ
السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿۲۱۳﴾

اللہ
الصّٰدِقُ
العَظِيْمُ

اے اہل کتاب! اس کتاب پر ایمان لاؤ، جسے ہم نے نازل کیا ہے (یہ کتاب) اُس کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے (تورات) پہ ایمان اس سے پہلے لاؤ کہ ہم چہروں کو مسخ کر دیں پھر ان کو پیٹھ کی جانب پھیر دیں یا ہم اُن پر لعنت کریں جس طرح ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا کام پورا ہو کر رہتا ہے۔ (۲۱۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں یہود کو ایمان لانے اور راہِ راست پر آنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اگرچہ تم اپنی بُری حرکات کے سبب جہنم کے لائق بن چکے ہو تا ہم توبہ کرنے سے معافی مل سکتی ہے، ان کی ساری گستاخیوں کا سبب بیان کیا جا رہا ہے کہ تمہارے اندر سارے عیوب اور نقائص اس لئے پیدا ہو گئے کہ تم ایماندار نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے یہود کے نامور لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو، اسلام قبول کر لو تم جانتے ہو میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور جو کچھ میں لایا ہوں وہ برحق ہے، جو لوگ بلائے گئے تھے، اُن میں کعب ابن اشرف، ابن صوریہ، مالک ابن صیف، زید بن تابوت شامل تھے۔ حضور ﷺ کی دعوت کے جواب میں انہوں نے کہا ہم آپ کو اللہ کا رسول نہیں جانتے، اگر جانتے تو ایمان ضرور لے آتے اُن کی اس گستاخی پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، فرمایا جا رہا ہے، اے وہ لوگو جنہیں اللہ کی طرف سے آسمانی کتاب تورات ملی ہے اور اس پر ایمان لے آئے ہیں، اب تم اس کتاب پر بھی ایمان لے آؤ، جو ہم نے اپنے محبوب ﷺ پر اتاری، اور یہ کتاب قرآن حکیم تمہاری کتابوں اور رسولوں کو

سچا ثابت کرتی ہے، اُن کی صداقت کا اعلان کرتی ہے، تم اس کتاب کا انکار کر کے اپنے کو غلط ثابت کر رہے ہو، آج پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبی مانا جا رہا ہے تو حضور ﷺ کے فرمانے سے مانا جا رہا ہے لہذا اس وقت سے پہلے ایمان لے آؤ، کہ ہم تمہارے چہروں کو مسخ کر دیں اور سر کے پچھلے حصہ کی طرف کر دیں اور یہ بڑی رسوائی ہوگی اس سے بچ جاؤ، یا تم پر ایسا عذاب بھیج دیں جیسا عذاب داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے والوں پر بھیجا گیا تھا کہ وہ پہلے بندر بنادیتے گئے، پھر انہیں ہلاک کر دیا گیا، یہ جان لو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کے فیصلوں کو نہ روکا جاسکتا ہے، نہ ٹالا جاسکتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں یہود کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ضد سے باز آ جاؤ، رسول اللہ ﷺ کے خلاف ضد، اکڑ بازی اچھی نہیں، اس پر یہ عذاب ہو سکتا ہے کہ تمہارے چہرے بے رونق، بے آبرو، بنادیتے جائیں۔ یہ بھی معنی ہو سکتا ہے، تمہاری آنکھیں تمہارے کان اپنی جگہ پر تو ہوں گے مگر دیکھنے سننے کی صلاحیت سے محروم ہو جاؤ گے، اس میں اختلاف ہے یہ وعید دنیا میں ہے یا آخرت میں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ
ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ
إِثْمًا عَظِيمًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ
بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝
أَنْظُرْ كَيْفَ يَقْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَفَىٰ
بِهِمْ إِثْمًا مُّبِينًا ۝

صَلَّى
الْحَقِّ

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے
ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم گناہ ہو
اُس کو جس کیلئے چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے
اللہ کے ساتھ شرک کیا یقیناً اس نے بہت بڑے
گناہ کا بہتان باندھا (۲۸) کیا آپ نے ان
لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی بیان کرتے
ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہے پاک باز بنادے، اور وہ
ریشہ کے برابر بھی ظلم نہیں کئے جائیں گے (۳۹)
دیکھئے کس طرح اللہ پر جھوٹ کا افترا کرتے ہیں
ان کی ذلت کیلئے یہ کھلا گناہ کافی ہے (۵۰)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں یہود کی گستاخیوں کا ذکر تھا کہ وہ حضور ﷺ کیلئے نازیبا کلمات استعمال کرتے، تو ہیں کے
مرتب ہوتے ہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی یہ حرکات معمولی بات نہیں ان کی ایسی باتیں تو کفر و شرک
ہیں اور یہ جرم سنگین ترین جرم ہے جو قابل معافی نہیں۔ حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر تم مومن نہیں ہو سکتے
اگرچہ کتابوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا لاکھ دعویٰ کرو، حضور ﷺ کی آمد پر بارگاہ قدس تک پہنچنے
کے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں اب ایک ہی شاہراہ ہے جس پر چل کر رب قدوس کی ذات تک پہنچا جا
سکتا ہے وہ ذات مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا ہے اور اسی راہ پر چلنا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے خطبہ میں فرمایا ”یا عبادى الدين اسرفوا
على انفسهم“ اے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اللہ

تعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا، اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) کیا شرک بھی قابل معافی گناہ ہے تو یہ حکم نازل ہوا۔ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ کچھ وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمانہ کفر میں بہت سی غلطیاں کیں اور پھر ایمان لے آئے، انہوں نے دربار رسالت ﷺ میں عرض کی حضور! ہم اسلام تو لے آئے ہیں مگر ہم تو اپنے اس دور میں خدا کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے رہے ہیں اور آپ یہ سنایا کرتے تھے ”والذین لا یدعون مع اللہ۔۔۔“ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے۔ ہم نے بت پرستی بھی کی، مسلمانوں کو قتل بھی کیا، ہماری بخشش کیسے ہوگی تو یہ آیت پاک نازل ہوئی ”الذین تاب و آمن و عمل عملا صالحا“ پھر عرض کی گئی یا رسول اللہ (ﷺ) ہو سکتا ہے ہم سے اعمال صالح نہ ہو سکیں، پھر یہ حکم نازل ہوا ”ویغفر ما دون ذالک“ اللہ کفر و شرک نہیں بخشے گا اس کے علاوہ گناہوں کو معاف فرما دیگا۔ (تفسیر خازن)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ذات میں یا صفات میں کسی فرشتہ، جن، انسان کو شریک ماننا شرک ہے، کفار و مشرکین کا شرک ہی تھا کہ وہ الوہیت میں شریک مانتے تھے، کسی کے متعلق یہ عقیدہ بنالینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور فضل کے بغیر کام کر سکتا ہے یہ بھی شرک ہے، کسی کو عبادت میں شریک بنانا بھی شرک ہے، شرک کیوں ناقابل معافی جرم ہے؟ کہ اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اُس سے کھلی بغاوت ہے، سرکشی ہے، اور بغاوت ناقابل معافی جرم ہے کہ اس بندے نے اللہ تعالیٰ کو حقیقی کارساز مانا ہی نہیں، حالانکہ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے وہی کارساز حقیقی ہے۔ اگر کسی مشرک نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی اور اسلام میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اگلی آیت پاک میں یہود کے دعویٰ پاکبازی کی مذمت فرمائی گئی، وہ کہتے تھے ”نحن ابناء اللہ“ ہم خدا کے بیٹے ہیں جو چاہیں کریں، تو ان کے دعویٰ کو غلط قرار دیا گیا اور اپنی مدح سرائی سے روک دیا گیا۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے مراد یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک گناہوں سے پاک ہیں حالانکہ وہ گناہوں سے

پاک نہ ہیں، اللہ کے بیٹے بھی نہیں ہیں اور نہ ہی اُس کے محبوب ہیں۔

اس آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی تعریف، مدح سرائی جائز نہیں جس کی کچھ وجہ ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ تعریف کا اکثر سبب تکبر و غرور ہوتا ہے اور تکبر کی مخالفت فرمادی گئی ہے۔ ”لا تمش فی الارض مرحا“ زمین پر اکڑ کر نہ چل ”انک لن تخرق الارض“ تو زمین کو چیر نہیں سکتا ”ولن تبلغ الجبال طولا“ اور پہاڑوں سے اونچا نہیں ہو سکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ انجام کا پتہ نہیں کیسا ہوگا، پھر اپنے کو مقدس بتانا اچھا نہیں۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کی ”برہ“ چونکہ اس وقت آپ کا نام یہی تھا جس کے معنی ہیں گناہوں سے پاک، آپ نے فرمایا ”لا تزکوا انفسکم“ اپنے کو مقدس پاک نہ کہو، یہ تو اللہ ہی کو علم ہے کون پاک ہے، پھر آپ نے میرا نام زینب رکھا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نیکی، پاکیزگی کے دعویٰ کرنے سے لوگوں کو شک ہو سکتا ہے، کہ یہ بندہ گناہوں سے پاک ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا بندے میں نقائص و عیوب ہوتے ہیں، ہاں دشمن کے مقابلہ میں حق گوئی جائز درست ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب“ میں نبی برحق ہوں اس میں کسی قسم کا نقص نہیں، عیوب سے پاک نقائص سے پاک صرف انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ ہیں جو معصوم ہیں۔ کسی دوسرے کو اپنی مدح سرائی اور عیوب سے پاک ہونے کا دعویٰ جائز نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الْمُتَرَكِّ إِلَى الدِّينِ أَوْ تَوَّانَصِيْبًا هِنَ الْكِتَابِ
يُؤْمِنُونَ يَا حَبِيبَتِ وَالطَّاعُونَ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ
كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا
أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ
فَلَنْ تُجَدِّلَهُ نَصِيرًا ۚ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمَالِ
فَإِذَا لَئِيْلُونَ النَّاسِ نَقِيرًا ۚ

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جنہیں
آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا وہ بُت اور
شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کے
متعلق کہتے ہیں یہ لوگ ایمان والوں کی بہ نسبت
زیادہ صحیح راہ پر ہیں (۵۱) یہی وہ لوگ ہیں جن پر
اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو
ہرگز اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ (۵۲) کیا
حکومت میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو
یہ دوسروں کو ایک کوڑی نہ دیتے (۵۳)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں یہود کو مشرک فرمایا گیا تھا، اب ان کی اسی بد عملی کی دلیل دی جا رہی ہے کہ یہ لوگ تو بُت
پرستی اور شیطان کو مانتے ہیں اور ایمانداروں کے متعلق ان کا نظریہ یہ ہے کہ مشرکین مسلمانوں سے بہتر ہیں،
اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے یہودیوں سے صلح فرمائی تھی کہ
مسلمانوں پر حملہ ہونے کی صورت میں یہود مدینہ منورہ غیر جانب دار رہیں گے، یہود نے ایسا کرنے کا پکا
فیصلہ کر لیا کہ وہ غیر جانب دار رہیں گے، مگر جنگ احد میں مشرکین کا پلہ بھاری دیکھتے ہوئے یہود نے اس
معاہدہ کی پرواہ نہ کی اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانا شروع کر دیا یہود کے دو مذہبی راہنما کعب
بن اشرف اور حنیی ابن اخطب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے، مشرکین کو مسلمانوں پر حملہ کی ترغیب دی اور کہا
تم مسلمانوں پر باہر سے حملہ کرو ہم اندر سے حملہ کریں گے۔ اس طرح سے مسلمانوں کو برباد کر دیا جائے۔
ابوسفیان نے کعب بن اشرف سے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور محمد (ﷺ) صاحب کتاب ہیں، تم اُن سے

نزدیک ہو اور ہم سے دور، تمہارا اعتبار نہیں کہ تم ہمیں شائد دھوکہ دے دو اور مسلمانوں کے حامی بن جاؤ، اگر تم واقعی ہی مشرکین مکہ کے ساتھ ہو اور مسلمانوں کے مخالف ہو تو ہمارے بتوں کو سجدہ کرو، یہود کے ان دونوں مذہبی راہنماؤں نے بتوں کو سجدہ کر کے قریش مکہ کو یقین دلایا کہ وہ ان کے ساتھ ہیں، پھر کعب بن اشرف نے قریش مکہ سے کہا، آؤ ہم دونوں گروہ کعبہ سے لپٹ کر عہد کریں کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں برباد کریں گے، دونوں گروہوں نے غلاف کعبہ سے لپٹ کر یہ عہد کیا کہ ابوسفیان نے کعب سے کہا کہ تو مذہبی راہنما ہے یہ بتا تو رات کے لحاظ سے ہم حق پر ہیں یا محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ کعب نے کہا اللہ کی قسم تم حق پر ہو، محمد نے اپنے آباؤ اجداد کا نظریہ چھوڑ دیا ہے یہود کے اس رویہ پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اور حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے محبوب! آپ نے ان بد نصیبوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا وہ کتاب کو جانتے تھے، پھر انہوں نے بتوں کو سجدے کئے اور شیطان پر ایمان لائے، صرف یہی نہیں بلکہ مشرکوں کو خوش کرنے کیلئے یہ بھی کہتے ہیں کہ مشرک مسلمانوں سے اچھے ہیں اور راہ ہدایت پر ہیں اور مسلمان گمراہ ہیں۔ اے محبوب! (ﷺ) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کا کوئی مددگار نہیں۔ کیا خدا کی حکومت کا کوئی حصہ ان کے قبضہ میں ہے کہ یہ فیصلہ کرنے چلے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون نہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو ان کے ہاتھوں کسی کو ایک کوڑی بھی نہ ملتی۔

یہود کی اس خفیہ سازش کے نتیجہ اور حضور ﷺ سے کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی میں کفار نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور کئی دن تک مدینہ منورہ کا محاصرہ رکھا، آخر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا، شدید تیز اور ٹھنڈی ہوا چلی جس سے کفار کا شیرازہ بکھر گیا اور مسلمان محفوظ رہے۔ یہ واقعہ ۵ھ میں پیش آیا، اس عظیم سانحہ سے مسلمانوں کو سبق ملتا ہے کہ کفار کے وعدوں پر اعتماد نہ کریں، یہ بھی سبق ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں کفار سارے کے سارے ایک ہیں ان دنوں جب یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں، دیکھئے دنیا کا پورا کفر امریکہ کے صدر بش، اور انگلینڈ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی قیادت میں اسلام کے خلاف اکٹھا ہو چکا ہے مگر اللہ کے فضل

سے امید ہے یہ شیرازہ بکھرے گا، اور اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا، ان شاء اللہ

آیہ مبارکہ میں جنت اور طاغوت کا ذکر ہے جس سے بت اور شیطان مراد ہیں، جنت اور طاغوت کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے جنت سے مراد حیّ ابن اخطب ہے اور طاغوت سے مراد کعب بن اشرف ہے، لفظ جنت کا معنی جادو، ٹونہ وغیرہ، خرافات سے بھی کیا گیا ہے اور طاغوت کا معنی کاہن اور شیطان بھی کیا گیا ہے۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ جنت اور طاغوت دو بتوں کے نام ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کیا ان کیلئے حکومت میں کوئی حصہ ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ تو کسی کو ذرہ برابر نہ دیتے۔ آیہ مبارکہ میں یہود پر اللہ کی لعنت کا ذکر ہے اور خدا کی لعنت رسوائی کا سبب بنتی ہے۔

یہود پر تو لعنت ہے ان کے علاوہ کچھ اور بد اعمالیاں بھی ہیں جن کا ارتکاب کرنے سے بندہ پر لعنت ہے مثلاً سود کھانے کھلانے، لکھنے اور گواہی دینے والے پر بھی لعنت ہے، مرد سے بد فعلی کرنے والے پر بھی لعنت ہے، چور پر بھی لعنت ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں کئی ایک لوگوں پر لعنت کا ذکر ہے اور اللہ کی کتاب پر زیادتی کرنے والا یا تقدیر کو جھٹلانے والا یا اللہ کی حرام کردہ شے کو حلال کہنے والا، جسے اللہ نے عزت دی ہے اُسے ذلیل کرنے والا، غیر محرم خاتون پر بُری نظر ڈالنے والا۔ حضور ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کا لباس پہنتی ہیں اور ایسے مردوں پر بھی لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی بد عملیوں سے محفوظ رکھے اور لعنت سے بچائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَهُمْ مَلَكًا عَظِيمًا ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ ۖ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَلِمًا تَصِفَتْ جُلُودُهُمْ بِدَلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

صَلَّىٰ
الْعَظِيمِ

یایہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں، جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی تو بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے انہیں ملک عظیم عطا کیا تھا (۵۴) ان میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے اُن سے منہ موڑا اور ان کیلئے بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے، (۵۵) بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم اُن کو عنقریب آگ میں ڈال دیں گے جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم انکی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھتے رہیں، بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔ (۵۶)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں یہود کے لکھے پڑھے لوگ جی ایبن اخطب، کعب بن اشرف کی نااہلی، جہالت کا ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ سے مل کر اسلام دشمنی کا ثبوت دیا۔ اب ان کی ایک قبیح حرکت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ بخل اور حسد جیسی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ یہود کے بارگاہ قدس سے دور ہونے کا ذکر اس طرح فرمایا جا رہا ہے اگر یہ لوگ بد نصیب محروم نہ ہوتے تو ان کے دلوں میں نبوت کا فیض ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں مگر اپنی نااہلی کے باعث محروم ہیں۔

یہ آئیہ کریمہ یہود کے کئی بے جا اعتراضات کے جواب میں نازل ہوئی، ان اعتراضات میں یہ باتیں سرفہرست تھیں۔ حضور تو بادشاہ ہیں نبوت اور سلطنت اکٹھی نہیں ہو سکتیں، حالانکہ یہ اعتراض قطعی بے معنی ہے، سیدنا یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام یہ سارے انبیاء بھی تھے، بادشاہ بھی تھے ان پر اعتراض نہیں۔

کبھی یہ اعتراض کرتے آپ کی نبویاں کیوں ہیں؟ حالانکہ حضرت سلیمان، داؤد علیہما السلام کی کئی نبویاں تھیں ان پر اعتراض نہیں، حضور ﷺ پر کیوں ہے؟ ان کے ذہنوں میں یہ وہم تھا کہ نبی کیلئے ضروری ہے کہ وہ تارک الدنیا ہو، اس آئیہ مبارکہ میں ان کی فقیح حرکت کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حاسد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انعامات سے کیوں نوازا ہے۔ آل ابراہیم کو کتاب حکمت اور ملک عظیم بخشا ہے۔ حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے، محبوب! (ﷺ) آپ ان لوگوں کی واہیات باتوں سے پریشان نہ ہوں، بعض کفار ایمان لائیں گے بعض کافر رہیں گے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ سورج سے سبھی فائدہ اٹھائیں بے شمار لوگ اندھے ہیں فائدہ نہیں اٹھا سکتے یہ کوئی ضروری نہیں کہ بارش سے ساری زمین فائدہ اٹھائے، اچھی زمین فائدہ اٹھاتی ہے رڈی اور گندی زمین میں بڑھیلیتی ہے یہی حال کفار و مشرکین کا ہے کچھ مانیں گے کچھ انکار کریں گے، آپ پریشان نہ ہوں جنہوں نے آپ کو صرف ظاہری آنکھ سے دیکھا اور اپنے جیسا ہی سمجھا، وہ کافر ہو گئے جنہوں نے دل کی آنکھ سے دیکھا وہ مومن ہو گئے۔

آئیہ مبارکہ سے پتہ چلا کہ حاسد محروم رہتا ہے، یہ بھی پتہ چلا کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات پر حسد یہود و نصاریٰ کا عمل ہے کسی مومن کا نہیں ہو سکتا۔ آل ابراہیم پر انعامات کا ذکر کر کے ”من فضله“ کا ارشاد بتاتا ہے کہ نبوت کتاب و حکمت اپنی کوششوں سے نہیں اللہ کے فضل سے ملتی ہیں۔

آئیہ کریمہ کے آخر میں منکرین نبوت کی سزا کا ذکر فرمایا گیا کہ ہم منکرین نبوت کو بھڑکتی آگ میں ڈالیں گے، عذاب کی نوعیت اس طرح بیان فرمائی کہ جب ان کی کھالیں جل بھن جائیں گی اور دکھ درد محسوس نہ

کریں گی تو ہم انہیں پھر نئی کھالوں میں بدل دیں گے، تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب چکھتے رہیں، اللہ غالب ہے حکمت والا ہے، جو چاہے کرے اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔

آیہ مبارکہ میں یہود کی قبیح بیماری حسد کی مذمت کی گئی ہے جس سے سبھی کو بچنا چاہئے، حضور ﷺ نے فرمایا ”لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا“ تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے ”إِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ“ اور کما قال ﷺ ”حسد نیکوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، حسد یہ ہے کہ کسی کی نعمت کا زوال چاہے کہ یہ نعمت اس کے پاس کیوں ہے، ہاں اگر یہ ہو کہ یہ نعمت جو اس کے پاس ہے مجھے بھی مل جائے تو میں بھی اسی طرح شکر ادا کروں، لوگوں پر خرچ کروں اللہ کی رضا حاصل کروں تو یہ حسد نہیں ایک اور حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا پہلے لوگوں کی طرح تم میں بھی ایک مرض چل پڑا ہے وہ حسد ہے وہ بغض ہے اور وہ بیماری دین کو برباد کر دینے والی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) حسد دنیا کی کسی نعمت پر ہو یا دین کی دونوں حرام ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم انہیں عنقریب جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کیلئے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ (۵۷)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ۖ أَلَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ مُطَهَّرٌ وَفِيهَا
ظِلٌّ كَذِيْلٍ ۖ

ﷺ
الْحَطَبِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں یہود کے اُس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی جا رہی ہے جو انہوں نے دعویٰ کیا ہم اللہ کے بیٹے

ہیں، اُس کے محبوب ہیں ہمارے لئے عذاب کا کوئی مسئلہ نہیں۔ فرمایا گیا ہے جنت کے حق دار وہی ہیں جو ایمان لائے اور پھر نیک کام بھی کئے ایسے لوگ قیامت کے دن باغات میں ہوں گے اور اُن کیلئے پاکیزہ بیویاں بھی ہوں گی۔ نسب، خاندان کی بناء پر جنت نہیں ایمان اور عمل صالح کی بناء پر ہے جنت کے ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک مومن کو کئی باغات عطا ہوں گے جن کے نیچے دودھ، شہد وغیرہ کی نہریں جاری ہیں اور وہ انعامات و باغات ان کے پاس ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔ پاکیزہ عورتوں کی تفسیر میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ عورتیں حیض، بول و براز سے پاک ہوں گی اور ناپاک نطفہ سے بھی پاک ہوں گی، ”ظلا ظلیلا“ کے ارشاد سے واضح ہے وہ سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ کو ایک سو سال میں بھی طے نہ کر سکے گا، اس حدیث شریف کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (مظہری) ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سایہ سے مراد عرش کا سایہ ہے جو زائل نہ ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کر دو اور یہ (حکم دیتا ہے) کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سننے دیکھنے والا ہے۔ (۵۸)

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا
وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ
إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا
بَصِيرًا

صَلَّى
الْعِظْمَاءِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حکم تھا کہ جنت ملنے کا مدار ایمان ہے اور نیک کام ہیں حسب نسب پر انحصار نہیں، یہودی کی تردید تھی کہ وہ اپنے کو انبیاء کی اولاد سمجھ کر ایمان اور عمل صالح سے بری قرار دیتے تھے، اب اس آیہ پاک

میں کچھ اعمال صالحہ کی تفصیل بتائی جا رہی ہے۔

تمام عبادات حقوق اللہ میں شامل ہیں مگر تکمیل ایمان کیلئے حقوق العباد کی پاسداری بھی بڑی ضروری ہے، اس آیہ کریمہ میں دو احکام ارشاد فرمائے گئے لوگوں کو ان کی امانتیں سپرد کرو، جب فیصلہ کرو تو حق و انصاف سے فیصلہ کرو۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا جب حضور ﷺ اپنی فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ان دنوں کعبہ کے کنجی بردار عثمان بن طلحہ تھے انہوں نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور خود چھت پر چڑھ گئے۔ حضور ﷺ نے کعبہ شریف کو بتوں سے پاک کرنے کیلئے عثمان سے چابی لینے کیلئے سیدنا علی المرتضیٰ کو بھیجا انہوں نے عثمان سے چابی کا مطالبہ کیا تو عثمان نے انکار کر دیا، حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اُن سے چابی چھین لی اور فرمایا عثمان آج مکہ پر رسول اللہ ﷺ کی حکومت ہے، حضرت علی نے چابی حضور ﷺ کے سپرد کر دی اور حضور ﷺ نے کعبہ شریف سے بتوں کو نکالا، اس کے بعد حضرت عباس نے عرض کی حضور! کعبہ کی چابی مجھے عطا فرمادیں کہ یہ شرف مجھے نصیب ہو، تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی کہ چابی جس کی امانت ہے اُسے دی جائے، حضور ﷺ نے یہ چابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا عثمان کو دے آؤ، یہ اس کی امانت ہے، جب علی المرتضیٰ نے یہ چابی حضرت عثمان بن طلحہ کو واپس کی تو عثمان بن طلحہ نے کہا، علی! پہلے تو آپ بڑے جلال میں تھے اب نرم کیوں ہو گئے اور چابی دینے آئے ہو تو جناب علی المرتضیٰ نے یہ آیہ پاک پڑھ کر سنائی کہ عثمان بن طلحہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً اسلام لے آئے انہوں نے اپنی موت کے وقت یہ چابی اپنے بھائی شیبہ کو دی جو آج تک ان کی اولاد میں آرہی ہے۔ ”خالدة تالدة الى يوم القيامة“ اور یوم قیامت تک رہے گی۔

اس آیہ مقدسہ میں ہمیں حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر قسم کی امانت مال کی ہو یا علم کی یقین کی ہو یا رازداری کی غرضیکہ ہر قسم کی امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچاؤ، ہمارے ہاتھ پاؤں اور سب اعضاء اللہ کی امانتیں ہیں، ہمیں چاہئے اپنے اعضاء کو اطاعت الہی میں مصروف رکھیں گناہوں سے بچائیں اپنی اولاد، بیوی، ماں باپ، اعزاء، اقربا کو ان کے حقوق ادا کرنا امانتوں کا ادا کرنا ہے۔

امانت، دیانت کی ادائیگی کے متعلق اس آیہ کے علاوہ بھی قرآن مقدس نے متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا جا رہا ہے سورہ الانفال آیہ ۲۷ میں اس عنوان کو اس طرح فرمایا گیا ہے اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے ہو (ایسا کرنا جرم ہے) سورہ البقرہ شریف میں اس طرح ہے، ”فلیؤد الذی اوتمن امانتہ“ اسے چاہئے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے ”ولیتق اللہ ربہ“ اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ سورہ المومنون (۸) میں امانتیں ادا کرنے والوں اور عہد کی پابندی کرنے والوں کی عظمت کا ذکر ملتا ہے۔

احادیث طیبہ میں امانت ادا کرنے کی اہمیت کو کئی مواقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے، امام بخاری علیہ الرحمہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جب امانتیں ضائع کر دی جائیں گی تو قیامت کا انتظار کرو ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا ایمان نہیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ امانت کو ادا کرو، عہد کو پورا کرو، بات سچی کرو، شرم گاہوں کی حفاظت کرو، نظریں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی کے نماز، روزے سے دھوکے میں نہ آنا جو چاہے نماز پڑھے، روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں وہ دین دار نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں دوسرا حکم جو فرمایا جا رہا ہے وہ عدل و انصاف سے فیصلہ کرنا ہے یہ معاملہ کس قدر ضروری ہے اس عنوان کی اہمیت احادیث طیبہ سے اس طرح ملتی ہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے فرمایا جب تیرے پاس دو شخص مقدمہ پیش کریں تو جب تک دوسرے شخص کا موقف سن نہ لو، پہلے کیلئے فیصلہ نہ کرو، ایک اور ارشاد میں اس طرح ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ غصہ کی حالت میں دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ

عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کو سب سے محبوب وہ بندہ ہوگا جو امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ ہوگا جو امام ظالم ہوگا۔

اس آیہ مقدسہ میں حکمرانی کے چند زریں اصول فرمائے گئے ہیں۔ پوری مملکت میں اصل حکمرانی اللہ کی ہے باقی سب اس کے حکم کے تابع ہیں، دوسرا اصول فرمایا گیا ہے امانتوں کو صحیح ادا کرو اس سے امن ہے عافیت ہے، تیسری یہ بات فرمائی انسانوں پر حکمرانی نائب و امین کرے گا جو اللہ کے حکموں کا پابند ہوگا چوتھی بات یہ فرمائی گئی کہ حکام کا فرض ہے جب کوئی مقدمہ آئے تو بلا امتیاز رعایت حق و انصاف سے فیصلہ کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
 وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ
 فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
 الصَّلَافِ
 الْعَظَمَاءِ
 اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی
 اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحب امر ہیں
 پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو
 اُسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور
 قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور
 اس کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔ (۵۹)

تفسیر

پہلی آیہ مقدسہ میں مسلمانوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا گیا، اب فرمایا جا رہا ہے کہ اپنے کرم فرماؤں، اپنے محسنوں کی فرمانبرداری کرو، تمہارے سب سے زیادہ محسن، کرم فرما، مہربان اللہ اور اُس کے رسول ہیں ان کی اطاعت کرو ان کے بعد علماء، مشائخ اور دیگر اہل حق لوگ ہیں ان کی اطاعت کرو۔

اس آیہ مبارکہ کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا، حضرت خالد بن ولید نے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے فوج کی کمان کرتے ہوئے ایک قوم پر حملہ کا فیصلہ کیا ان کے سپاہیوں میں عمار بن یاسر بھی تھے، کفار کو جب

پتہ چلا کہ اسلامی لشکر حملہ کیلئے آرہا ہے تو یہ سارے لوگ اپنے علاقہ سے بھاگ گئے، اُن میں سے ایک شخص کی ملاقات حضرت عمار بن یاسر سے ہو گئی، اُس نے کہا کیا میں مسلمان ہو گیا ہوں کہا مجھے امن مل سکے گا حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا تمہارے لئے امان ہے وہ بندہ چلا گیا۔ صبح کو حضرت خالد بن ولید نے جب دیکھا علاقہ سارا خالی ہے صرف ایک بندہ ہی ہے تو آپ نے اسے گرفتار کر لیا بچوں کو قیدی بنالیا، جب حضرت عمار بن یاسر کو اس کی خبر ملی تو آپ نے حضرت خالد سے عرض کی میں نے اس بندے کو امان دے رکھی تھی۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے غصہ میں فرمایا امیر میں ہوں، قائد میں ہوں آپ کو امان دینے کا حق نہیں اس اختلاف پہ دونوں بزرگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور یہ سارا مقدمہ دربار رسالت ﷺ میں پیش کیا، حضور ﷺ نے عمار بن یاسر ؓ کی امان کو برقرار رکھا اور اُس شخص کو جسے حضرت خالد بن ولید ؓ نے گرفتار کیا تھا، چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عمار بن یاسر ؓ اپنے حق میں فیصلہ سن کر دربار رسالت ﷺ سے خوش خوش چلے گئے تو حضرت خالد بن ولید ؓ حضرت عمار بن یاسر ؓ کے پیچھے گئے اور ان کا دامن تھام کر معذرت کی اور انہیں راضی کیا اس موقع پر یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ ایمان والو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

اطاعت کا معنی ہے خوشی سے کسی کا حکم ماننا۔ آیت مبارکہ سے واضح طور پر یہ عقیدہ مل رہا ہے اللہ کی اطاعت یہ ہے کہ قرآن پاک کے فیصلہ کو مانا جائے، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا یہ معنی ہے کہ حدیث شریف کے فیصلہ کو مانا جائے، اس آیت مبارکہ میں شریعت کے چاروں دلائل کو بیان فرما دیا گیا ہے۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس ”اطیعوا اللہ“ سے مراد کتاب ہے ”اطیعوا الرسول“ سے مراد سنت ہے ”اولی الامر“ سے مراد اجماع ہے کہ ہر زمانہ کے علماء کی اکثریت جس پر متفق ہو جائے کہ علماء کی اکثریت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی ”فان تنازعتم فی شئ“ سے مراد قیاس ہے جس مسئلہ کی کتاب و سنت میں تصریح نہ مل سکے تو تم اُسے اللہ و رسول کے حکم کی طرف رد کرو وہ اس طرح کہ کسی منصوص حکم پر اس کو قیاس

کرو یا علماء مجتہدین کے قیاس پر عمل کرو۔

آیہ مبارکہ میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے علاوہ خلفاء، امراء کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے حضور ﷺ کی اطاعت بلا چون و چرا ہے، رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ مانا جائے کہ وہ معصوم ہیں، البتہ خلفاء، امراء کی اطاعت مشروط ہے کہ وہ حکم قرآن و حدیث کے مطابق ہو، اس آیہ پاک سے حدیث اور اجماع کے منکرین کی تردید واضح ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتر اور اس پر جو تم سے پہلے اتر پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو سربراہ بنائیں اور ان کو تو یہ حکم تھا کہ اُسے ہرگز نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا دے (۶۰) اور جب انہیں کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں (۶۱)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا إِلَى الْغَاوَةِ وَقَدْ آمَنُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

تفسیر خازن، تفسیر کبیر، روح المعانی نے اس آیہ کریمہ کا شان نزول اس طرح لکھا ہے کہ بشر نامی منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا، یہودی نے کہا چلو اس کا فیصلہ محمد ﷺ سے کر دالیتے ہیں منافق نے کہا نہیں اس کا فیصلہ یہود کے سردار کعب بن اشرف سے کرائیں، یہودی نے کہا افسوس ہے تو عجیب مسلمان ہے، اپنے نبی کے فیصلہ سے انکار کرتا ہے منافق شرمندہ ہو کر یہودی کے ساتھ حضور ﷺ کے ہاں چلا گیا۔

حضور ﷺ نے دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا، منافق نے کہا مجھے یہ فیصلہ پسند نہیں یہ فیصلہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے کرواتے ہیں چنانچہ دونوں بارگاہ صدیقی میں آئے، اور مقدمہ پیش کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی بیانات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا، منافق اس پر بھی مطمئن نہ ہوا اور کہا چلو، یہ فیصلہ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے کرواتے ہیں یہ دونوں دربار فاروقی میں آئے، یہودی نے سارا واقعہ سنا دیا کہ یہ حضور ﷺ اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے فیصلے کو نہیں مان رہا اور آپ کے پاس لے آیا ہے۔ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے منافق سے پوچھا واقعہ ایسے ہی ہے عرض کی جی ہاں ایسے ہی ہے، آپ گھر گئے اور تلوار لاکر منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا جو رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ میرے ہاں یہی ہے اس منافق کے رشتہ دار حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی شکایت کی، حضور ﷺ نے عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کو بلایا اور واقعہ دریافت فرمایا، عمر فاروق عرض کرتے ہیں حضور! (رضی اللہ عنہ) اس نے آپ کا اور ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا فیصلہ نہیں مانا تھا، جو آپ کے فیصلہ کے بعد کسی دوسرے کا فیصلہ چاہتا ہے اس کا فیصلہ میرے پاس یہی ہے فوراً جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) عمر حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا عمر! تم فاروق ہو، اُسی دن سے آپ کا لقب فاروق ہوا روح المعانی میں یہ واقعہ ثعلبی ابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے منافق کے وارثوں نے جو عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے خلاف دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے بغیر کسی دلیل شرعی کے ایک مسلمان کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس آیت پاک میں اس شخص کا منافق ہونا ظاہر فرما کر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کو بری فرمادیا، طاغوت کے لغوی معنی سرکش کے ہیں عرف میں شیطان کو طاغوت کہا جاتا ہے۔ کعب بن اشرف کی طرف مقدمہ لے جانا شیطان کی طرف لے جانا ہے، یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا یہ کام منافق کا ہی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی پتہ چل رہا ہے جو شخص حضور ﷺ کی مخالفت کرے اس کے ساتھ بھی کفار کا سا معاملہ کیا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَكَفَيْتَ إِذَا أَصَابْتُمُ مُصِيبَةً لِّمَا قَدْ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ
ثُمَّ جَاءُواكَ يَلْفُونَ ۖ يَا لَئِيْنَا إِذَا أَحْسَنَّا
وَتَوَفَّيْنَا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ
فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس وقت کیا حال ہوگا جب ان کے اپنے ہاتھوں
سے کئے کی وجہ سے ان پر مصیبت آئے تو پھر یہ
لوگ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں اٹھاتے
ہوئے آئیں کہ ہمارا مقصد تو نیکی اور موافقت
کے بغیر کوئی دوسرا تھا ہی نہ (۶۲) یہ لوگ ہیں کہ
اللہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے سو
آپ اُن سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے
اور اُن سے ایسی بھلی بات کہیں جو اُن کے دلوں
میں اثر کر جائے۔ (۶۳)

تفسیر

اس آیت پاک میں منافقین کے ایک مکارانہ انداز کو فرمایا گیا ہے کہ مصیبت پڑنے پر خوشامد کرتے ہیں جھوٹی
قسمیں اٹھاتے ہیں اور اپنے غلط قول کی تاویل کرتے ہیں جب بشر کے عزیز ا قارب نے بارگاہ رسالت ﷺ
میں حاضر ہو کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی تھی کہ بشر کو بلا وجہ مارا گیا ہے، اور بشر کے کردار کی غلط
تاویلات کی گئیں کہ بشر کی نیت خراب نہ تھی وہ تو چاہتا تھا کہ یہودی کے ساتھ مقدمے میں کوئی اتفاق کی
صورت پیدا ہو جائے، رب تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا، اللہ جانتا ہے اُن کے دلوں میں کیا
ہے جو بشر کی صفائی بیان کرنے آئے ہیں ”اولئک“ ”فرما کر بتایا جا رہا ہے جیسے“ ”اولئک“ ”بعید کا اشارہ ہے
ایسے یہ لوگ دل سے، ایمان سے، جان سے حضور ﷺ سے بہت دور تھے۔

اے محبوب پاک! (ﷺ) منافقین پر انکی بد عملیوں کے سبب ان کا بشر نامی ایک آدمی فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ)
کے ہاتھوں مارا گیا یہ بدنام ہو گئے عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا مقام وقار بڑھ گیا، اب یہ جھوٹی قسمیں اٹھا اٹھا کر

آپ کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے ان کے دلوں میں کیا ہے۔ اے محبوب پاک! آپ ان سے چشم پوشی فرمائیں اور انہیں ایسی بات فرمائیں جو اثر انداز ہو۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات کس قدر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب (ﷺ) کو ان پر گرفت نہ کرنے کا حکم دے رہا ہے، اور ان کی اصلاح و ہدایت کیلئے فرمایا جا رہا ہے۔ اس آیہ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانا مومن کا کام نہیں یہ طریقہ منافقین کا ہے جس سے ضروری ہے کہ بچا جائے۔ حضور ﷺ سے یہ فرمانا کہ آپ ان سے اچھی بات کہیں اس سے تبلیغ دین کا درس ملتا ہے، منافق ہو، کافر ہو، مانے یا نہ مانے اُسے بھی حق بات سنائی جائے، سنانے والے کو تو ثواب ضرور ملے گا جیسے پہلے پارہ میں ارشاد ملتا ہے ”سواء علیہم“ ان پر برابر ہے آپ ڈر سناں یا نہ سناں، سنانے والے کو اجر ملے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا
اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ
تَوَّابًا رَحِيمًا
اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ
اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور
جب لوگ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ
کے پاس آ جاتے پھر اللہ سے مغفرت طلب
کرتے اور رسول بھی ان کیلئے استغفار کرتے تو
یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم
فرمانے والا پاتے۔ (۶۴)

صلی اللہ علیہ وسلم
الْحَقُّ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اطاعت رسول اللہ کا حکم صرف تمہیں ہی نہیں دیا جا رہا بلکہ جس قدر بھی انبیاء و رسل تشریف لائے ان کی اُمتوں کو ان سب کی اطاعت کا حکم تھا جیسے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک ماننے

کا حکم بھی کورہا، اسی طرح ہر نبی کی اطاعت کا حکم بھی سبھی کورہا۔ منکرین سے فرمایا جا رہا ہے اگر تم سے کوتاہیاں ہو گئیں، نافرمانی کر بیٹھے ہو تو توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے آ جاؤ، معافی مانگو اور رسول بھی تمہارے لئے ہم سے معافی مانگ لیں تو ہم معاف کر دیں گے۔

حضور ﷺ کی اطاعت کی اہمیت کو سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت اور زیادہ واضح کرتی ہے آپ فرماتے ہیں ایک انصاری دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا عرض کی حضور ہم آپ کی محفل میں بیٹھتے ہیں، اجر ملتا ہے، کل کو آپ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جنت کے بلند درجوں میں ہوں گے تو ہمارا کیا بنے گا، ابھی حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل یہ حکم لے کر آ گئے ”جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا“

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا، منافقین نے حضور ﷺ کو پریشان کرنے کیلئے منصوبہ بنایا چنانچہ یہ لوگ بری نیت سے دربار نبوی میں آئے، جبریل امین نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ان کا بُرے ارادے سے آنا عرض کر دیا۔ مہاجرین و انصار کا مجمع حاضر تھا حضور ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ برے ارادے سے آئے ہیں وہ اپنی برائی میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے، انہیں چاہئے وہ خلوص دل سے توبہ کر لیں ہم بھی ان کیلئے دعائے مغفرت کریں گے یہ لوگ نہ اُٹھے اور نہ معذرت کی، حضور ﷺ نے دوبارہ فرمایا یہ پھر بھی نہ اُٹھے تو تب حضور ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو بھی کھڑا ہو جا، تو بھی کھڑا ہو جا، آپ نے ۱۲ آدمیوں کو اس طرح محفل سے نکالا، اب انہوں نے کہا جی بس ہم اٹھنے ہی والے تھے، اب ہم توبہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا تمہیں پہلے اٹھنا چاہئے تھا تو یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب ہم نے دنیا میں جس قدر بھی رسول بھیجے ان کی اُمت کے ہر فرد پر لازم تھا کہ وہ ان کی اطاعت کرے اور ان کی مخالفت سے بچے، انبیاء علیہم السلام کی اطاعت حکم ربانی ہے اگر وہ جرم کر لیں تو ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہوں اور معافی مانگیں اور رسول اللہ (ﷺ) بھی ان

کیلئے استغفار کریں تو ہم انہیں معاف کر دیں گے۔

”جاؤک“ کے حکم سے واضح ہو رہا ہے کہ دنیا کے کسی خطہ سے بھی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری کی نیت سے آنا جائز و درست ہے لہذا حضور ﷺ کے روضہ انور کی نیت سے حاضری میں ممانعت کا کوئی پہلو نہیں، مجرموں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ حضور کے پاس آئیں، ظاہر ہے حضور کے پاس آئیں گے تو نیت آپ کے دربار گو ہر بار کی ہی ہوگی۔

شیخ ابو منصور علیہ الرحمہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے، تھی کہتے ہیں میں حضور پاک ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر تھا ایک دیہاتی بندہ حاضر ہوا، اُس نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی ”السلام علیک یا رسول اللہ“ اور عرض کی حضور میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا ہے ”ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک“ اور میں حاضر ہو گیا ہوں اپنے گناہوں پر معافی مانگتا ہوں اور رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں، پھر اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

یا خیر من دفنت فی التراب اعظمہ خطاب من طیہن القاع والا کم

اے وہ ذات گرامی جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبو دار ہو گئے۔

نفسی الغداء لقبر انت ساکنہ فیہا العفاف و فیہ الجود و الکرم

میری جان اس قبر پر قربان ہے جس میں آپ آرام فرما رہے ہیں اس میں غفو ہے سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے۔

تھی کہتے ہیں وہ اعرابی چلا گیا، مجھے نیند آگئی خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے مجھے فرمایا اس تھی کے پاس جاؤ اور خوشخبری سناؤ، اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

ﷺ
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

(اے محبوب) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اُس جھگڑا میں جو اُن کے درمیان ظاہر ہو گیا پھر اپنے اندر اس فیصلہ سے تنگی محسوس نہ کریں جو آپ نے کر دیا ہے اور دل و جان سے تسلیم کر لیں۔ (۶۵)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی اطاعت کو لازم و واجب قرار دیا گیا، اس آیہ مبارکہ میں اس عنوان کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ تیرے رب کی قسم وہ ہر گز ہر گز ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک تجھے اپنے اختلافی معاملہ میں حاکم تسلیم نہ کر لیں اور پھر وضاحت فرمادی گئی کہ حضور ﷺ کا مطیع و فرمانبردار ہونا، زبانی کلامی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے ماننا ہے اور پھر دل میں کسی قسم کی گھٹن بھی محسوس نہیں کرنا۔

اس آیہ کریمہ کے شان نزول کے بارہ میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ملتی ہے آپ کے والد حضرت زبیر اور ایک انصاری کے درمیان ایک اختلاف پیدا ہو گیا ان دونوں کے کھیت ساتھ ساتھ تھے، جو ایک ہی نالے سے سیراب کئے جاتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کھیت اوپر واقع تھا اور انصاری کا نیچے، انصاری کا موقف تھا کہ پہلے پانی میں لگاؤں گا پھر زبیر لگائیں گے، حضرت زبیر کہتے تھے پہلے باری میری ہے کہ کھیت میرا پہلے ہے۔ یہ مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا، حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ پہلے پانی لگانے کا حق زبیر (رضی اللہ عنہ) کو ہے پھر انصاری لگائے گا یہ فیصلہ جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا اور انصاری کے خلاف، انصاری کو صدمہ پہنچا اور کہا چونکہ زبیر حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اس لئے فیصلہ ان کی حمایت میں کیا گیا ہے۔ انصاری کی اس بات کا حضور ﷺ

کو صدمہ ہوا اور یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ایمان کیلئے شرط قرار دے دی گئی کہ حضور ﷺ کے فیصلہ کو دل کی گہرائیوں سے مانا جائے۔

اس آئیہ کریمہ سے واضح ہے حضور ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے، نبوت سے دوری ہے پھر حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور معصوم ہیں اس لئے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضور ﷺ کے کئے گئے فیصلہ پر کوئی اعتراض کرے اور یہ ضابطہ ایسا نہیں کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی ہو اس کے بعد بھی قیامت تک شریعت مطہرہ کا فیصلہ آپ کا ہی فیصلہ ہے۔ اس سے پہلے یہ واقعہ گذر گیا ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور کا فیصلہ نہ ماننے والے کو قتل کر دیا تھا کہ جو حضور ﷺ کا فیصلہ نہ مانے، اس کے متعلق عمر کا فیصلہ یہی ہے۔

اس آئیہ کریمہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ کسی بھی اختلاف کی صورت میں فیصلہ حضور ﷺ کی طرف لایا جائے، قرآن مقدس نے اسی عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ محبوب (ﷺ) ہم نے تجھ پر کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے ”لتحكم بين الناس بما اراك الله“ تاکہ آپ اس طرح فیصلہ فرمائیں جس طرح اللہ آپ کو دکھائے لہذا کسی مقدمہ میں حضور ﷺ کا فیصلہ اللہ رب العزۃ کا ہی فیصلہ ہے کہ اسی نے یہ فیصلہ اپنے محبوب کو سمجھایا ہے، سکھایا ہے۔ قرآن مقدس نے حضور ﷺ کی عظمت کے اس پہلو کو دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے، ”ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا“ رسول اللہ ﷺ جو کچھ دیں اُسے پکڑ لو اور جس سے منع فرمادیں اس سے رک جاؤ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ
اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ
مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ
خَيْرًا لِلَّهِمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۖ وَإِذْ آتَيْنَاهُمْ
مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۖ وَلَهْدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا
مُسْتَقِيمًا

اللَّهُ
الْعَظِيمُ

اگر ہم ان پر یہ لازم کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل
کر دیا اپنے گھروں سے نکل جاؤ، تو اس پر ان
میں سے کم لوگ عمل کرتے اور جو انہیں نصیحت کی
گئی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو ان کیلئے بہت
بہتر ہوتا اور ثابت قدمی کیلئے بہت مضبوط ہوتا
(۶۶) اور اس وقت ہم انہیں اپنے پاس سے
عظیم اجر دیتے (۶۷) اور ہم ضرور انہیں سیدھی
راہ پر چلا تے۔ (۶۸)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مجرموں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگیں
اور حضور ﷺ بھی ان کیلئے استغفار کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا، اب اس کرم پر فرمایا جا رہا ہے
ہے کہ گنہگار وہ یہ ہمارا کرم ہے کہ تمہارے لئے توبہ کو آسان کیا اگر ہم اس مسئلہ توبہ کو اس طرح لاگو کرتے کہ تم
اپنے گھر بار چھوڑ کر چلے جاؤ، تم ایک دوسرے کو قتل کرو تو ایسا کرنا تمہارے لئے بڑا مشکل تھا، اگر تم میں سے
کوئی ایسا کرتا بھی تو وہ بہت ہی کم ہوتے۔

حضرت شریح ابن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت
ابوبکر، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ لوگ اس قلیل میں
شامل ہیں، اگر انہیں قتل جان اور وطن ترک کرنے کا حکم دیا جاتا تو یہ لوگ کر لیتے، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا
ہے اے محبوب! منافقین کو تیری بارگاہ میں حاضر ہونا، معافی مانگنا، دشوار گزرتا ہے، اگر ہم انہیں گھر چھوڑنے
ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم دیتے تو ان پر کس قدر یہ گراں گزرتا۔ اگر یہ لوگ اللہ کے حکموں پر عمل کرتے

تو ان کیلئے دین و دنیا کی بہتریاں تھیں اور یہ ایمان پر پکے بھی تھے، ہم ان پر خاص کرم کرتے انہیں سیدھی راہ بھی ملتی اور آخر جنت میں بھی جاتے۔

قرآن مقدس کے ارشاد ”الاقلیل“ سے معلوم ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانناز تھے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر ڈٹ جانا، ان کا مشغلہ تھا، عمل تھا، عقیدہ تھا، یہ بھی پتہ چلتا ہے حضور ﷺ کے حکم پر عمل کرنا ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور قیامت کے دن اچھوں کا ساتھ ملتا ہے، جنت نصیب ہوتی ہے خدائے قدوس کی زیارت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو اپنے فیصلوں میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ادھر ادھر پھرتے ہیں یہ لوگ منافقین ہیں، ایمان دار ایسا نہیں کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے بھی زیادہ جما ہوا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملتی ہے اگر یہ حکم نازل ہوتا تو میں خدا کی قسم سب سے پہلے اپنے اور اپنے اہل بیت کو قربان کرتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں (۶۹) یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا (۷۰)

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا
ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا

صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

تفسیر

پچھلی آیت کریمہ میں اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرنے کے دنیاوی فوائد ذکر فرمائے گئے، اب اس اطاعت

کا آخرت میں عظیم صلہ کا ذکر ہے کہ اطاعت گزار بندے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے اور اُن کا یہ ساتھ بہت بڑا ساتھ ہے اور یہ عظیم نعمت اللہ کے فضل سے ہے اور وہ بہتر جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارہ میں کئی روایات ہیں بعض انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں تو آپ کے دیدار کا شوق رہتا ہے، جنت میں جب آپ بلند مقامات میں ہوں گے تو ہمیں زیارت کیسے نصیب ہوگی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اطاعت گزار بندے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کے ساتھ ہوں گے۔

تفسیر خازن نے اس کے نزول کے متعلق سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ پریشان حال دربار رسالت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے اضطراب اور پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ کوئی اور بیماری نہیں صرف آپ کی یاد ہے، ایک لمحہ کیلئے آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا، آخرت کی بات سوچتا ہوں کہ اگر میں بخشا بھی گیا، آپ کے کرم سے جنت بھی مل گئی تو میں کہیں کسی نچلے درجہ میں ہوں گا، آپ کسی بلند و بالا اعلیٰ مقام پر ہوں گے تو میری ملاقات کیسے ہوگی تب یہ آیت پاک نازل ہوئی۔

امام مقاتل نے اسی آیت کے بارہ میں ایک انصاری صحابی کا درد، غم اور پیار اس طرح ذکر کیا ہے اس صحابی نے عرض کی حضور قیامت کے دن آپ کی جدائی کیسے برداشت ہو سکے گی؟ آپ کہیں بلند و بالا مقام پر ہوں گے میں کہیں کسی نچلے طبقہ میں تو حکم نازل ہوا اطاعت گزار لوگ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ یہ شخص سارے انبیاء کے ساتھ کیسے ہوگا؟ حضور ﷺ کے ساتھ ہونا سارے انبیاء کے ساتھ ہونا ہے، صدیقین کے سردار ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ سب صدیقین کا ساتھ ہونا ہے۔

انبیاء علیہم السلام بھی صدیقین ہیں، ایماندار بھی صدیقین میں شامل ہیں، اس عنوان کو صاحب روح المعانی نے اس طرح فرمایا ہے۔ ”نبیین“ سے مراد حضور ﷺ کا ساتھ ہے، صدیقین سے مراد ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہے اور شہداء سے مراد حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں اور صالحین سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چاروں درجات انعامات یافتہ لوگوں کے ہیں مگر یہ چاروں درجے نبوت میں جمع ہو سکتے ہیں۔ قرآن مقدس نے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”انہ کان صدیقاً نبیاً“، یحییٰ علیہ السلام کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ”و نبیاً من الصالحین“ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ”وکھلامن الصالحین“۔ نبوت کا مقام وہ عظیم مقام ہے جو ان تمام درجات کو اپنے اندر لئے ہے، مفسرین کرام نے ایک تفسیر اس طرح بھی بیان کی ہے، صدیقین سے مراد جلیل القدر صحابہ کرام ہیں، شہداء سے مراد شہداء اُحد ہیں اور صالحین سے مراد عام نیک مسلمان ہیں۔

امام راغب اصفہانی نے ان چاروں درجات کو مختلف درجات قرار دیا ہے کہ مومنین کی چار قسمیں فرمائیں اور مسلمانوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ ان درجات کے لئے کوشش کریں، ہاں ان مقامات میں نبوت ایک ایسا مقام ہے جو محنت جد و جہد اور کوشش سے نہیں مل سکتا یہ درجہ خالصتاً عطاء الہی ہے، وہی ہے کسی نہیں مگر کسی بھی نیک کو انبیاء علیہم السلام کا ساتھ نصیب ہو سکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ
أَوْ انْفِرُوا جَمِيعًا ۖ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبْتَغَىٰ
فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ ۖ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ
عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۖ وَلَئِنْ
أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ
يَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَلَيْتَنِي كُنْتُ
مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ

ﷺ
الْحَصْنِ

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو پھر
دشمن کی طرف الگ الگ گروپوں کی شکل میں
نکلو، یا اکٹھے ہو کر (۷۱) بے شک تم میں وہ گروہ
بھی ہے جو ضرورتاً خیر کرے گا پھر اگر تمہیں کوئی
مصیبت پہنچ جائے تو وہ کہے گا اللہ کا انعام ہوا کہ
میں جنگ میں ان کے ساتھ نہ تھا (۷۲) اور اگر
تمہیں اللہ کا فضل (مال غنیمت) مل جائے تو
(وہ گروہ) ضرور اس طرح کہے گا گویا تمہارے
اور اس گروہ کے درمیان دوستی ہی نہ تھی، کاش
میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل
کر لیتا۔ (۷۳)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا کہ تم اس اطاعت کی وجہ
سے قیامت کے دن انبیاء، شہداء، صدیقین، صالحین کے ساتھ ہو گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اس آیت
مقدسہ میں دشمن کے ساتھ جہاد کیلئے حکم دیا جا رہا ہے کہ دشمن کے مقابلہ کیلئے مسلح رہو، ہتھیاروں سے غافل نہ
رہو، ہاں کفار تک پہنچنے کیلئے تم مختلف جماعتوں میں پہنچو یا ایک ہی جماعت کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جاؤ،
تمہیں چاہئے کہ دشمن کے مکر و فریب سے بچ کر رہو اور تمہارے اپنے اندر بھی ایسے لوگ ہیں جن سے بچ کر
رہنے کی شدید ضرورت ہے، وہ منافقین ہیں جو جہاد سے خود بھی پیچھے رہتے ہیں اور لوگوں کو ڈرا کر پیچھے
رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں، اس طبقہ منافقین کی حالت یہ ہے کہ وہ تمہاری مصیبت پر خوش ہوتے ہیں، اور

کہتے ہیں اللہ کا فضل ہوا ہم شامل نہ تھے، اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہو جائے اور مال غنیمت ہاتھ آجائے تو پھر انہیں شدید افسوس ہوتا ہے کہ وہ کیوں شامل نہ ہوئے، یہ صدمہ جہاد میں شامل نہ ہونے کا نہیں بلکہ مال غنیمت کے نہ ملنے کا ہے۔

اس طبقہ منافقین کی نظر اپنے نفع نقصان پر ہے، ایمانداروں کو فرمایا جا رہا ہے، ایسے چال بازوں سے بچ کر رہو یہ لوگ دھوکے باز ہیں، اسلام کے دشمن ہیں۔ مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے، کفار سے بچنا، کہیں یہ اچانک حملہ نہ کر دیں، تیاری رکھو، اپنی دفاعی پوزیشن کو کمزور نہ ہونے دو۔ دفاعی پوزیشن کو مضبوط رکھنے کے الفاظ سے یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اسلام صرف دفاعی پوزیشن کی اجازت دیتا ہے، نہیں یہ بات ہرگز نہیں، اسلام میں کفار سے دونوں طرح کی جنگ جائز ہے وہ دفاعی ہو یا ابتدائی۔ یہ تصور کہ دشمن حملہ آور ہو تو جواب دیا جائے یہ کمزور اور بیمار سوچ ہے، سانپ کو، بچھو کو بہر حال مارا جائے وہ ڈسے یا نہ ڈسے کہ دشمن ہے اُسے موقع ملے گا تو وہ ضرور ڈسے گا یہی حالت کافر کی ہے، اس کی قوت کو ختم کرو، کہ اُسے جب بھی موقع ملے گا حملہ کرے گا۔

قرآن مقدس کے ارشاد ”خذو حذرکم“ نے مسلمانوں کو دشمن کے ہر حملہ، ہر کمر، ہر فریب، ہر سازش سے محفوظ رہنے کیلئے ہر قسم کے ہتھیار سے لیس رہنے کا حکم فرمادیا ہے۔

جہاد کی تیاری کا حکم ہے، چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں نکلو، یا بڑی جماعت کے ساتھ اس حکم سے واضح ہو رہا ہے کہ دشمن کے مقابلہ کیلئے تنہا نہ جاؤ، جماعت کے ساتھ جاؤ، اکیلے جانے کی صورت میں اندیشہ ہے کہ نقصان ہو، قرآن مقدس کے اس ضابطے کو حدیث شریف میں اس طرح فرمایا گیا ہے جسے صاحب مشکوٰۃ نے بیان کیا ہے، ”بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین فوجی دستہ چار سوکا ہے اور بہترین لشکر چار ہزار کا ہے“ (مشکوٰۃ) ”و ان منکم“ سے محسوس ہوتا ہے یہ حکم مومنین کو ہے مگر اس سے آگے کی صفات مومنین کی نہیں ہو سکتیں۔ امام قرطبی فرماتے ہیں چونکہ منافقین اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرتے تھے اسی بناء پر یہ فرمایا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہئے، جو آخرت کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے یا غالب آجائے تو ہم اسے عنقریب عظیم اجر دیں گے۔ (۷۴)

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ دشمن کیلئے تیار رہیں، اُن سے جہاد کریں اب اس آیہ پاک میں جہاد کی روح کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ دشمن سے قتال ہو تو صرف اللہ کی رضا کیلئے ہو اور یہی اصل جہاد ہے، اگر دشمن سے لڑائی، ملک گیری، مال غنیمت، مسئلہ غیرت کے پیش نظر ہوگی تو ایسی صورت میں جہاد کی روح ختم ہو جائے گی، جہاد کی روح اللہ کی رضا ہے اور اسلام کی سر بلندی ہے۔

آیہ مبارکہ میں ”فلیقاتل“ کے لفظ سے اشارہ ہے کسی بھی مومن کو میدان میں جانا ہو تو وہ کفار سے لڑنے کی نیت سے نکلے آگے میدان میں کام جو بھی کرے گا اجر ہوگا، وہ فوج کا کھانا تیار کرے یا تیاری کا دوسرا سامان مہیا کرے، صف بندی کی خدمات انجام دے یا زخمیوں کی مرہم پٹی کرے مریضوں، زخمیوں کو شفا خانوں میں منتقل کرے ان ساری صورتوں میں اسے جہاد کا اجر ملے گا مگر گھر سے سے نکلنے، دشمن سے لڑنے کا تصور ہو۔

اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کا ذکر فرمایا یہ لوگ دنیا کی زندگی بچ کر آخرت کی حیات خریدتے ہیں ایسے لوگ شہید ہو جائیں یا غالب رہیں ہم انہیں عظیم اجر دیں گے۔ جب اجر دینے والے ہم ہیں تو انہیں سودے میں کسی قسم کے خسارے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی اشارہ واضح ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں وہی لوگ جنہوں نے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض بچ دی ہے۔ جاں بازی اور قربانی کے اس میدان میں وہی لوگ

آئیں جو اپنی زندگی کا سودا اپنے رب سے کر چکے ہیں، مال غنیمت کے خواہاں اپنی عزت و آبرو کے متوالے لوگ اس میدان کے قابل نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ
الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا
صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار بنا (۷۵)

تفسیر

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں اور مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے لوگوں کو چھوڑنے کیلئے جہاد نہیں کرتے، ان غریب معذوروں کی یہ حالت ہے کہ وہ کمزور مرد عورتیں، بچے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! تو ہمیں اس بستی سے نکال لے، جس کے رہائشی لوگ کافر ہیں، ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی والی مددگار عطا فرما جو ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائے۔ پھر تم ان حالات میں کیسے ٹھہر رہے ہو جب تمہارے وہ بھائی اس قدر دکھی اور پریشان حال ہیں، اٹھو ہمت کرو جہاد کیلئے میدان عمل میں اُترو اور اپنے بھائیوں کی امداد کرو۔

آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ میدان جہاد میں مجاہد غازی جاں باز بن کر جاؤ، اللہ کی رضا کیلئے اُترو، مظلوم کی مدد کیلئے اُترو، مال غنیمت کا حصول مقصد نہ ہو، فی سبیل اللہ لڑنے کے ساتھ اگر خدمت خلق کا بھی جذبہ ہے تو یہ مزید برکت ہے، رحمت ہے یہاں کمزور مردوں، عورتوں، بچوں کی خدمت کا ذکر موجود

ہے۔ اس آیت پاک سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے جس علاقہ میں دین کی آزادی نہ ہو اس سے نکل جانا چاہئے جیسے یہ لوگ رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اللہ ہمیں نکال دے، کفار کے ملک سے دین بچانے کیلئے ہجرت کر جانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آیت کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے، مظلوم کی ہمدردی، اس کی فریاد کو پہنچنا دین کا ایک اہم حکم ہے۔

جو لوگ اپنی کمزوری کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے ہجرت نہ کر سکے تھے اور بعد میں کافروں نے بھی انہیں نہ جانے دیا اور مصائب، مشکلات میں مبتلا رکھا، ان مصیبت زدہ لوگوں میں ابن عباس، ان کی والدہ، مسلمہ بن ہشام، ولید بن ولید، ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم یہ لوگ اپنی ایمانی پختگی کی وجہ سے ظلم برداشت کرتے رہے اور اسلام پر بڑی مضبوطی سے جمے رہے، ایمان والوں نے اللہ تعالیٰ سے دودرخواستیں کی ہیں، (۱) ہمیں ہستی سے نکال لے اور (۲) کوئی مددگار بھیج دے، یہ دونوں باتیں قبول ہو گئیں۔ بعض لوگ وہاں سے نکل گئے اور کچھ وہیں رہے یا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے عتاب بن اسید کو ان کا نگران و متولی قرار دیا، جنہوں نے مظلومین کو ان کے ظلم سے نجات دلائی۔ آیت کریمہ کے آخر میں دعاؤں کا ذکر فرمایا، جس سے دعا مانگنے کا طریقہ اور اس کی ضرورت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں
اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں،
اے ایمان والو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو
بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔ (۷۶)

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا
أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا

ﷺ
العظيمة

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں کافر اور مومن کی لڑائی کا فرق فرمایا جا رہا ہے، مومن کی لڑائی محض قومی نہیں، محض ملکی نہیں

وہ اللہ کی رضا کیلئے ہے، غریبوں کی امداد کیلئے ہے، مومن اللہ کی راہ میں لڑتا ہے جبکہ کافر شیطانی راستوں پر چل کر لڑتا ہے۔ ایمان والوں کو حکم دیا جا رہا ہے، تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، شیطان کا مکر کمزور ہے۔ مسلمانوں کے جہاد اور کفار کی جنگ میں بہت بڑا فرق ہے، مسلمان کا جہاد اللہ کی رضا ہے اور کافر کی جنگ بے دینی کی حمایت ہے۔ مومنوں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے تم ہمت سے لڑو، کفار کا حمایتی شیطان ہے، تمہارے حمایتی ہم ہیں، تمہارے والی مددگار ہم ہیں۔ ہماری امداد شیطانی تدبیر کو ناکام بنا دے گی، میدان بدر میں شیطانی یلغار کس طرح پامال ہوئی اور کفار ذلیل ہوئے، گرفتار ہوئے، مارے گئے تھوڑے لوگ بہتوں پر غالب آ گئے۔

آیہ مبارکہ میں جہاد کا حکم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے، جہاد قیامت تک منسوخ نہیں، مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی حمایت کیلئے اس حکم کو منسوخ کیا (معاذ اللہ) ”یقاتلون“ کا لفظ ہمیشہ ہمیشہ جہاد رہنے کا واضح ثبوت ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے فضائل احادیث طیبہ میں بکثرت ملتے ہی۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان تمام اعمال میں افضل ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو یہ موت میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، فرمایا ہاں اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ، اس حالت میں کہ تم صبر کرنے والے ہو ثواب کی نیت کرنے والے ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو، پیچھے ہٹنے والے نہ ہو۔ اس حدیث شریف کو امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اسے بھی امام مسلم نے بیان کیا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھے، رات کو تلاوت کرے اور وہ روزے اور نماز سے تھکتا نہ ہو۔

اس آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ شیطان کی تدبیر ناقص ہے کمزور ہے مگر ضروری نہیں کہ ہر

جنگ میں شیطانی قوت کمزور ہو اس کیلئے دو شرطیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جس آدمی کیلئے شیطان تدبیر کر رہا ہے وہ بندہ مسلمان ہو دوسری شرط یہ کہ اس مسلمان کی جنگ اللہ کی رضا کیلئے ہو، اگر ان شرطوں میں سے کوئی نہ پائی جائے تو ضروری نہیں کہ شیطان کی تدبیر ناکام ہو۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ ہمت کرو، بزودی نہ دکھاؤ، حق کے حامی تم ہو حق تمہارے ساتھ ہے، فتح تمہیں ہوگی۔ تمہارے اعلان حق سے کفر کے محلات میں دراڑیں پڑ جائیں گی شیطان کا مکر بہت کمزور ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کہا گیا تھا کہ (ابھی جنگ سے رُکے رہو) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ کا ڈر ہوتا ہے، یا اس سے بھی زیادہ اور انہوں نے کہا اے اللہ تو نے ہم پر جہاد فرض کیوں کر دیا تو نے ہمیں کیوں نہ کچھ اور مہلت دی ہوتی آپ کہئے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا (۷۷)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاءُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلَا تظْلِمُونَ فَتِيلًا ۝

صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ایمانداروں سے فرمایا گیا تھا کہ تمہارا مقابل دشمن شیطان ہے جو کمزور ہے ضعیف ہے، اب ایمانداروں کے دلوں میں سے جہاد کی ہیبت کو دور کیا جا رہا ہے کہ اس سے ڈرو مت یہ تو اللہ کا کرم ہے اور بندوں پر اس کی عظیم نعمت ہے اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا جسے تفسیر کبیر نے نقل کیا کہ یہ آیہ پاک منافقین کے حق میں اُتری۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہ لوگ اپنا جوش ایمانی ظاہر کرنے کیلئے جہاد کی اجازت مانگتے تھے، پھر جب جہاد فرض ہو گیا تو طرح طرح کے بہانے بنانے لگے مفسرین کرام نے اس کے شان نزول میں ایک روایت یہ بھی بیان کی ہے، سرزمین مکہ مکرمہ میں بعض ایمانداروں (سعد بن وقاص، مقداد بن اسود، قدامہ بن مظعون، عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم) نے کفار مکہ کی طرف سے بہت سے دُکھ اُٹھائے، جب تکالیف حد سے بڑھ گئیں تو دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بھی اجازت دیں ہم اُن سے لڑیں اور بدلہ لیں تو حضور ﷺ نے فرمایا، ابھی مجھے اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ملی ابھی صبر کرو، نمازیں پڑھو، زکوٰۃ دو پھر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو بتھنائے بشری کچھ لوگوں نے گھبراہٹ محسوس کی تو یہ حکم نازل ہو گیا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں ”لم کتبت علينا القتال“ کا جملہ صحابہ کی زبان سے نکلا نہیں لگتا وہ تو آخرت کیلئے بے تاب رہتے تھے۔

یاد رہے مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہ تھا خاموشی، صبر، برداشت کا درس تھا یہ صورت حال کفار کے اس بے جا اعتراض کا زبردست جواب ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے (معاذ اللہ) سرزمین مکہ میں تو تلوار اٹھانے کی اجازت ہی نہ تھی مگر یہاں بھی جلیل القدر لوگ اسلام میں آئے، فاروق اعظم، صدیق اکبر، عثمان غنی، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر بہادر، نوجوان مکہ میں ہی اسلام لائے، اس وقت تو تلوار چلانے کا حکم ہی نہیں تھا ہاں یہ کہہ لیجئے اخلاق کی تلوار تھی، صداقت کی تلوار تھی، حق کی تلوار تھی۔

اس آیہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو جہاد کی اجازت

چاہتے تھے مگر جب میدان بدر میں آنے کا وقت آیا تو بعض نے طبعی کمزوری محسوس کی اور کہنے لگے ابھی سے جہاد کیوں فرض ہو گیا، کچھ مدت تک مہلت کیوں نہ دی گئی۔ اے محبوب پاک (ﷺ) انہیں حوصلہ دیں اور بتائیں دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے اور قیامت کو تم پر کسی قسم کا ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا، آخرت تمہارے لئے دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جہاد سے پہلے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا حکم بتاتا ہے یہ احکام پہلے ہیں۔ اس میں یہ فلسفہ بھی نمایاں ہے کہ اطاعت خداوندی پر پہلے گامزن ہوں گے تو جہاد جیسے اہم حکم پر جاں نثاری قربانی کا جذبہ ہوگا، جو اللہ کی راہ میں مال دینے کا عادی نہ ہوگا اُسے جان دینے میں دشواری ہوگی۔

اس آیت پاک میں یہ بھی واضح ہے کہ جہاد سے ملک کی اصلاح ہے اور نماز، زکوٰۃ سے نفس کی اصلاح ہے لہذا نفس کی اصلاح ملک کی اصلاح سے پہلے ہے، آیت پاک کے آخر میں دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے دنیا کی نعمت یقینی نہیں، آخرت کی نعمت یقینی ہے، دنیا کی نعمتیں ختم ہونے والی ہیں آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَيُّنَ مَا كُنْتُمْ تَأْيِدُكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ
مُشِيدَةٍ وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ
مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَالِ
هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا
مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ
مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنَ نَفْسِكَ وَأَرْسَلْنَا لِلنَّاسِ رَسُولًا
وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا

صَلَّى
الْحَقِّ
الْحَقِّ

تم جہاں کہیں بھی ہو تمہیں موت پالے گی خواہ تم
مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر ان کو کوئی اچھائی پہنچے تو
یہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کوئی
برائی پہنچے (تو اے محبوب) یہ کہتے ہیں یہ آپ کی
طرف سے ہے آپ کہہ دیجئے ہر چیز اللہ کی طرف
سے ہے ان لوگوں کو کیا ہو گیا یہ کوئی بات سمجھتے ہی
نہیں (۷۸) (اے مخاطب) جو تم کو اچھائی پہنچے وہ
اللہ کی طرف سے ہے اور جو تم کو برائی پہنچے وہ تمہاری
ذات کی وجہ سے ہے اور ہم نے آپ کو (اے
محبوب) ساری انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا
ہے اور اللہ گواہ کافی ہے۔ (۷۹)

تفسیر

اسلامی جنگوں میں جنگ اُحد میں مسلمانوں کا خاصہ نقصان ہوا، پریشانی ہوئی، اس ظاہری شکست و پریشانی
پر کفار نے کہا اگر مسلمان ہمارا کہا مانتے اور اُحد نہ جاتے تو انہیں یہ پریشانی نہ ہوتی، کفار کا یہ کہنا بظاہر افسوس
تھا مگر مسلمانوں کی پریشانی پر یہ دل سے خوش تھے۔ ان لوگوں کی تردید میں یہ آیا یہ پاک نازل ہوئی جس میں
ان لوگوں کی تردید فرمائی گئی کہ تم یہ کیسے کہتے ہو کہ مسلمان اُحد نہ جاتے تو یہ پریشانی نہ ہوتی، اتنے لوگ
شہید نہ ہوتے، تمہارا یہ خیال کس قدر غلط ہے موت کا وقت تو مقرر ہے آگے پیچھے ایک لمحہ بھی نہیں ہو سکتی
کوئی کسی قدر پہنچنے کی کوشش کرے بچ نہیں سکے گا وہ چونکا گچ محلات، قلعوں میں پناہ کیوں نہ لے لے۔ کسی
قسم کی کوئی تدبیر کوشش موت کو ٹال نہیں سکتی۔ جہاں کہیں بھی ہو موت پہنچ جائیگی، اے محبوب پاک! کفار کا

حسد و عناد ہٹ دھرمی تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی آرام و سکون خوشی، مال پہنچے تو کہہ دیتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی دکھ، رنج، غم ہو تو وہ تیری طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ تیرے قدم کی برکت سے یثرب مدینہ بنایا یہ شہر تو مصائب کا گھر تھا مگر جب تو نے قدم رکھا تو یہ دارالامن بن گیا۔

محبوب! (ﷺ) آپ ان کی تردید میں فرما دو ہر دکھ سکھ، رنج و غم، فتح و شکست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے سب کچھ اسی کے فیصلے سے ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کے مقبول بندوں کی برکت شامل ہوتی ہے اور اس کی طرف سے بھیجی گئی مشکلات و مصائب میں تمہاری نافرمانیوں کو دخل ہوتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں حوصلہ دیا جا رہا ہے، موت کے ڈر سے جہاد میں نہ جانا غلطی ہے، موت نے تو بہر حال آنا ہی ہے بہتر ہے کہ وہ شہادت کے رنگ میں آئے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا جا رہا ہے کہ انسان کو جو نعمت ملی وہ کوئی اس کا حق نہیں ہوتا بلکہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے، انسان کس قدر ہی عبادت کرے اس سے وہ نعمت کا مستحق نہیں ہو سکتا کہ عبادت کی توفیق بھی تو اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے، پھر اللہ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں انہیں محدود عبادات سے کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے اس حصہ سے کہ جو کچھ تجھے برائی پہنچتی ہے وہ تیری ہی وجہ سے ہوتی ہے اس کا سبب انسان کے اپنے برے عمل ہوتے ہیں۔ کافر کو جو دنیا میں مصیبت آتی ہے یہ اس کیلئے عذاب کا ہلکا سا نمونہ ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ اور مومن کیلئے مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ بن کر آخرت میں نجات کا سبب بن جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد اس طرح ملتا ہے ”ما من مصیبة تصیب مسلم الا کفر اللہ بها عنہ او کما قال ﷺ“۔ کوئی مصیبت ایسی نہیں جو مسلمان کو پہنچے مگر وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اسی عنوان پر دوسرا ارشاد اس طرح ملتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بندے کو جو کوئی مصیبت پیش آتی ہے وہ اس کے گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور بہت گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے (تفسیر مظہری) ”وارسلناک للناس

رسولاً“ کے ارشاد سے حضور ﷺ کی رسالت عام کا ارشاد ہے کہ آپ کسی ایک علاقہ، شہر، بستی کے رسول نہیں پوری انسانیت کیلئے رسول ہیں وہ انسانیت دنیا میں جب بھی ہوگی اس کے رسول آپ ہی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی اور جس نے پیٹھ پھیر لی تو ہم نے آپ کو نگران بنا کر نہیں بھیجا (۸۰) وہ آپ سے کہتے ہیں ہم نے اطاعت کی اور جب وہ آپ سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس بات کے خلاف کہتا ہے، جو وہ کہہ چکا تھا اور اللہ اس کو لکھتا ہے جو وہ رات کو کہتے ہیں تو آپ ان سے اعراض کیجئے اور اللہ پر توکل کیجئے اور اللہ کا رساز کافی ہے (۸۱) وہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے غیر کے پاس سے آیا ہوتا تو یہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (۸۲)

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ
فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۖ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ
فَإِذَا بَرِئُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ
غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ
فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ
وَكِيلًا ۚ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۖ

صلی اللہ علیہ وسلم
الحفظ

تفسیر

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس شخص نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لے، محبوب! آپ پریشان نہ ہوں آپ ان پر محافظ و نگران نہیں کہ آپ انہیں کفر نہ کرنے دیں بلکہ آپ کا فرض تو پیغام دینا

ہے وہ آپ نے دیدیا اس کے بعد بھی وہ کفر کریں تو آپ پر کسی قسم کی باز پرس کا اندیشہ نہیں آپ بے فکر رہیں
 ”وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ“ کے ارشاد گرامی میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دورِ نخی پالیسی رکھتے ہیں،
 زبان سے کچھ کہتے ہیں، کرتے کچھ ہیں۔ زبان اور دل اکٹھے نہیں ایسے لوگوں کے سلسلہ میں حضور ﷺ کو
 ہدایت دی جا رہی ہے اُن سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں اللہ کافی وکیل ہے۔ منافقین سامنے
 ہوتے تو کہتے ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں، واپس جاتے تو نافرمانی سوچتے، مشورے کرتے۔ منافقین
 کے اس کردار پر حضور ﷺ کو تکلیف ہوتی، حضور ﷺ کو تسلی دے دی گئی آپ پریشان نہ ہوں اس پر بھروسہ
 کریں۔ اس آیہ مبارکہ سے دین کا کام کرنے والوں کو بھی درس مل رہا ہے لوگوں کی اُلٹی سیدھی باتوں کی
 پرواہ نہ کریں، ان کی طرف سے لگائے گئے الزامات سے پریشان نہ ہوں، ٹھوس ارادے، مستقل مزاجی
 سے کام کرتے جائیں اللہ پر بھروسہ کریں وہ حقیقی مددگار ہے کار ساز ہے اپنی مدد سے نوازتا رہے گا۔

آیہ کریمہ میں قرآن کریم میں تدبیر اور غور و فکر کا حکم دیا جا رہا ہے، غالباً اس لئے کہ صرف قرآن پاک
 کے پڑھنے سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو اُسے غور و فکر، دلجمعی اور نظر عمیق سے مطالعہ کے بعد حاصل ہوتی
 ہے۔ یہ آیہ مبارکہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہر انسان قرآن مقدس کے مطالب میں غور کرے اگر اس میں کوئی فقیہ
 عالم غور و فکر کرے گا تو بے شمار مسائل نکال لے گا اگر عام لوگ غور و فکر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی
 ، آخرت بہتر ہوگی۔ ہر انسان کو چاہئے کہ قرآن مقدس پر غور و فکر سے کام لے، اس میں تو شک نہیں کہ قرآن
 مقدس اور حدیث شریف کی تشریح میں ہر ایک فرد کو حق حاصل ہے مگر ضروری ہے کہ اس کا علمی معیار بھی توازن
 ہو کہ وہ غور و فکر کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دنیا کے کسی بھی معاملہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اس معاملہ میں واقفیت ہی
 نہیں رکھتا، کرے گا کیا؟ مستری ہے ہی نہیں، تعمیر کیا کرے گا؟ پڑھا ہوا ہے ہی نہیں پڑھائے گا کیا؟ مگر
 افسوس ہے قرآن فہمی اس سے مسائل نکالنے، نتیجہ اخذ کرنے میں ہر شخص دعویٰ دار بن بیٹھتا ہے جو قطعی غلط اور
 کھلی گمراہی ہے۔ قرآن مقدس سے نتائج، استدلال اور مسائل کے استخراج کا حق بھی صرف انہیں لوگوں کو
 ہے جو دینی علوم سے بہرہ ور ہوں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے اگر قرآن پاک اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلافات ہوتے مگر اس میں حلال و حرام میں یا فصاحت و بلاغت میں یا توحید و کفر میں کسی قسم کا تناقض و تفاوت نہیں، نہ تو لفظوں میں اختلاف ہے نہ معانی میں اختلاف ہے اور نہ ہی عقائد اور احکام شرعیہ میں کسی قسم کا اختلاف ہے غرض قرآن مقدس ہر قسم کے تناقض و تفاوت سے پاک ہے اور یہ صورت حال قرآن مقدس کے کلام الہی ہونے کی واضح دلیل ہے۔ قرآن مقدس میں نہ تو تناقض معنوی ہے نہ لفظی، قرآن مقدس کا نزول ایک دراز عرصہ تک رہا مگر کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر
آتی ہے تو اس کو پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ اس خبر
کو رسول یا اپنے اہل علم کی طرف پہنچا دیتے ہیں
تو ان میں سے خبر کا تجزیہ کرنے والے ضرور اس
کو نتیجہ تک پہنچا دیتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل
اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم
شیطان کی پیروی کر لیتے (۸۳) سو آپ اللہ کی
راہ میں قتال کیجئے، آپ کو صرف آپ کی ذات کا
مکلف کیا جائے گا اور آپ مسلمانوں کو جہاد کی
ترغیب دیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ کافروں کے
زور کو روک دے گا اور اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے
اور بہت شدید ہے۔ (۸۴)

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا
بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ
مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَكَ مِنْهُمْ
وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ
الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ عَسَى
اللَّهُ أَنْ يَكْفِيَ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ
بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں قرآن مقدس کی صداقت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ اگر یہ کتاب اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے مگر اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں جو دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ کا کلام ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ جب مجاہدین کو محاذ جنگ پر روانہ فرماتے تو وہاں سے فتح و شکست کی خبریں بارگاہ رسالت میں آتیں تو منافقین بھی سنتے تھے کہ اپنے نفاق اور دوزخی پالیسی کی بناء پر دربار رسالت میں حاضر رہتے تھے، تو منافقین یہ خبریں عام لوگوں تک پہنچاتے، جس سے یہ جنگی راز فاش ہوتے تھے بعض اوقات ان جنگی رازوں کا فاش ہونا نقصان کا سبب بھی بنتا، تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جب ان کے پاس کوئی امن یا ڈر کی بات آئے تو اس کی تشہیر کرتے ہیں اگر اس میں اپنے رسول یا صاحبان امر کی طرف رجوع لاتے تو وہ اُن سے حقیقت کو جان لیتے اگر یہ لوگ خبروں کو پھیلانے میں جلدی نہ کرتے اور اہل علم حضرات کے سپرد کرتے تو وہ جان لیتے یہ خبر پھیلانے والی ہے یا نہیں۔

اس آیہ کریمہ میں منافقین کی اندرونی خباثت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ منافق جنگ کے خفیہ رازوں کو برملا بتاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان خبروں کی تشہیر مصلحت کے خلاف ہوتی ہے اگر یہ خبر فتح کی ہے تو کفار کو متحد کرنے میں مدد کرتی ہے جو مسلمانوں کیلئے نقصان دہ ہے اگر یہ خبر مسلمانوں کی شکست کی ہے تو کفار کو دلیری اور حوصلہ دیتی ہے، جو اسلامی فوج کیلئے بہتر نہیں۔ لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور تم میں ہمارے محبوب ﷺ نہ آتے، تم پر قرآن پاک کا نزول نہ ہوتا تو تم سبھی کے سبھی شیطان کی پیروی کر کے گمراہ ہو جاتے، ہاں بعض لوگ تو پھر بھی توحید پر قائم رہتے، جیسے سیدنا صدیق اکبر، ورقہ بن نوفل، قیس بن ساعدہ، وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

اے محبوب پاک! (ﷺ) اگر لوگ جہاد (بدر صغریٰ) میں جاتے ہوئے گھبرائیں تو آپ اکیلے ہی یہ جہاد کریں اس جہاد کو صرف آپ پر فرض کیا جاتا ہے۔ تنہا جنگ لڑنے کی تائید میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ملتا

ہے ”واللہ لا قاتلہم حتی تنفروا“ اللہ کی قسم میں کفار سے لڑوں گا خواہ میری گردن جدا ہی ہو جائے۔ ہاں صحابہ کو اس جہاد کی رغبت دیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ کفار کی یہ جنگ روک دے کہ میدان جنگ میں آنے کی انہیں ہمت ہی نہ ہو، اللہ تعالیٰ سخت گرفت والا ہے۔

بدر صغریٰ میں جنگ کا واقعہ اس طرح پیش آیا، غزوہٴ احد کے موقعہ پر ابوسفیان نے اعلان کیا کہ آئندہ ہماری اور مسلمانوں کی جنگ بدر صغریٰ میں ہوگی۔ حضور ﷺ نے یہ بات منظور فرمائی، چنانچہ حضور ﷺ ستر صحابہ کے ساتھ موقعہ پر تشریف لے گئے۔ کفار میدان میں آئے ہی نہیں مسلمان فتح و کامرانی کے ساتھ واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔ اس آئیہ مبارکہ کی اور بھی تفاسیر ہیں مگر یہ زیادہ واضح ہے، ابن کثیر نے اس آئیہ مبارکہ کے شان نزول کے بارہ میں یہ بات بھی نقل فرمائی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضور ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو آپ نے انکار فرمایا اور اعلان کیا کہ یہ بات غلط ہے محض افواہ پھیلائی گئی ہے تو یہ آئیہ پاک نازل ہوئی جس میں غلط خبر پھیلانے کی تردید ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سنی سنائی بات پر عمل کرنا اچھا کام نہیں۔

حضور ﷺ نے ایک حدیث شریف میں فرمایا کسی انسان کے جھوٹا ہونے میں یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کر دے۔۔ یہی عنوان ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے ”من حدث بحديث وهو يرى انه كذب فهو احد الكاذبين“ جو آدمی ایسی بات بیان کرے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے جھوٹا ہے۔

آئیہ مبارکہ میں ”اولی الامر“ کا ارشاد ہے وہ لوگ کون ہیں؟ اس سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں حضرت حسن قتادہ علیہم الرحمہ کے نزدیک اولی الامر علماء ہیں، فقہاء ہیں حضرت سدی فرماتے ہیں ان سے مراد امراء اور حکام ہیں، ابوبکر جصاص فرماتے ہیں دونوں ہی مراد ہیں، حکام بھی مراد ہیں اور فقہاء، علماء بھی۔ اولی الامر کا معنی حکم والے، تو یہ دونوں گروہ ہی حکم والے ہیں، امراء و حکام کا حکم تشدد سے چلتا ہے، علماء و فقہاء کا

حکم دلوں پر چلتا رہا ہے اور چل رہا ہے۔ یہ لوگ دلائل کا استنباط کرتے آئے ہیں، کر رہے ہیں، کرتے رہیں گے۔ استنباط کا معنی ہے کسی بات کی تہہ تک پہنچ کر اس کی صحیح حقیقت معلوم کرنا کنوئیں کی تہہ سے پانی نکالنے کو بھی استنباط کہتے ہیں۔ کسی آریہ کریمہ کی تہہ تک پہنچنا اس سے استدلال کرنا علماء و فقہاء کا کام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اور جو کوئی اچھی بات میں سفارش کرے اس کو بھی
 اس سے حصہ ملے گا اور جو کوئی بُری بات میں
 سفارش کرے اس پر بھی اس میں سے بوجھ ہے
 اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۸۵)

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ
 مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ
 مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا

الصلوات
 العظمیٰ

تفسیر

پچھلی آریہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ ایمانداروں کو جہاد کی رغبت دو، اب فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کو نیک کام میں ترغیب دینے میں بڑا ثواب ہوگا، کہ یہ ترغیب بھی ایک اچھی شفاعت ہے جو ایمان دار ترغیب سے فائدہ اٹھائیں اور تعاون کریں تو وہ ثواب پائیں گے اور جو منافق عمل نہیں کریں گے وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے آریہ مبارکہ میں جہاد کی ترغیب کے فائدے فرمائے گئے کہ یہ ترغیب ”شفاعۃ حسنہ“ ہے جس پر ثواب ہو گا، اللہ کی بارگاہ میں گناہ معاف کرانے کی بھی سفارش درجے بڑھانے کی بھی سفارش ہے، ایسے ہی بندے کی سفارش، اچھے کام کی سفارش، شفاعت حسنہ کہلاتی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حدود الہیہ کے اندر سفارش جائز نہیں کہ زانی کو حد نہ لگائی جائے، چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں، مقدمہ عدالت میں جانے سے پہلے مالک چور کو معاف کر دے تو یہ صورت اس میں شامل نہیں۔

مسلمان کا مسلمان کیلئے بارگاہ قدس میں دعا کرنا یہ بھی شفاعت حسنہ ہے اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے، اس سفارش سے سفارش کرنے والے کو بھی اجر کا حصہ ملے گا ایسے بُری سفارش کرنے والے کیلئے اس سے سزا کا

بوجھ اس پر بھی ہوگا۔ امام راغب شفاعت کا معنی اس طرح فرماتے ہیں ”کسی اچھے یا برے کام میں کسی کے ساتھ اسی طرح شریک ہو جانا کہ اس کی مدد پر اپنے پورے اختیارات صرف کر دے اور اس کے انجام پر بھی اپنے کو برابر کا شریک سمجھے“ معنی یہ ہوگا جس شخص نے کسی کے ساتھ اچھائی میں، اصلاح میں، بہتری میں اپنا مال، وقت صرف کیا وہ اس کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا اور جس نے اپنی قوت، مال کو برے معاملات میں صرف کیا اور گناہوں کو فروغ دینے میں شامل ہوا وہ اس کے گناہ میں برابر کا حصہ دار ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کیلئے جائز طریقہ پر سفارش کرے تو اس کو ثواب میں حصہ ملے گا اگر ناجائز کام کیلئے ناجائز طریقہ سے سفارش کرے تو عذاب کا حصہ ملے گا۔ یہ بھی یاد رہے سفارش کرنے والے کا ثواب یا عذاب اس سے وابستہ نہیں کہ اس کی سفارش کامیاب ہے یا ناکام ہے، سفارش کی کامیابی نہ ہوئی تو ثواب پھر بھی اسی طرح سفارش بری کی کامیابی نہ ہوئی تو عذاب پھر بھی ہوگا، جیسے نیکی پر کسی کو توجہ دلانا ثواب ہے ایسے ہی گناہ پر توجہ دلانا بھی گناہ ہے۔

اس ضمن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ملتا ہے ”من اعان علی قتل مؤمن بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوب بین عینیہ آئس من رحمۃ اللہ“ جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت کے دن اس طرح پیش کیا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔ واضح ہوا کہ گناہ پر امداد، تعاون بھی گناہ ہے کسی اچھی سفارش کے متعلق حضور ﷺ کا یہ ارشاد سفارش کی بہتری کامیابی کی واضح دلیل ہے۔ ”کان اللہ فی عون عبدہ مادام فی عون اخیه“ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک وہ بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے۔

یہی عنوان بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں اس طرح ملتا ہے ”اشفعوا فلتوجروا“ سفارش کیا کرو تمہیں ثواب ملے گا۔ یہ سفارش قبول ہو یا نہ ہو، اسے ثواب ضرور ملے گا۔ مسلمان بھائی کی حاجت روائی

کیلئے دعا کرنا بھی شفاعت حسنہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ”جب کوئی شخص مسلمان کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اللہ تیرے لئے بھی حاجت پوری فرمائے“

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ میں سلام کرے تو تم
 اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہ ہی لوٹا دو بے
 شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے (۸۶)

وَلَا حِیْتُمْ بِحِیْتٍ فِیْہَا یَا حَسَنَ وَمِنْہَا أَوْ رُدُّوہَا
 إِنَّ اللہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر ہے اگر کوئی شخص کسی کو اچھا مشورہ دے تو اُسے اس نیک کام میں حصہ ملے گا اگر کوئی
 بری سفارش کرے تو اس برائی میں اُسے بھی سزا ملے گی، اب فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں کوئی سلام کہے تو تم
 بھی جواب میں بڑھ کر سلام کہو اگر وہ السلام علیکم کہے تو تم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہہ دو۔ ایک شخص دربار
 رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور اُس نے یہ تینوں کلمات کہہ دیئے ”السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“
 تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ”وعلیک“۔ اس نے عرض کی حضور میرے جواب میں صرف ”وعلیک“ فرمایا
 ، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے میرے لئے کوئی کلمہ چھوڑا ہی نہ تھا۔

اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو تم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دو، عرب ایک دوسرے کی
 ملاقات پر ”حیاک اللہ“ کہتے تھے، خدا تمہیں زندہ رکھے، اسلام نے اُن کے اس عمل کو نہایت بہتر انداز میں
 ذکر فرمایا کہ تم کہو، السلام علیکم اور دوسرا جواب میں کہے وعلیکم السلام، حیاک اللہ کہنے میں صرف زندگی کی دعا
 ہے مگر السلام علیکم کہنے میں دین و دنیا دونوں کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے بندوں پر سلامتی اور
 سلام کے عنوانات ارشاد فرمائے ہیں، حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے ”وَإِذَا جَاءَکَ الذِّیْنَ یُؤْمِنُونَ
 بآیَاتِ اللہِ فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ“ جب تیرے پاس ایمان دار لوگ حاضر ہوں تو آپ انہیں کہہ دیجئے

”سلام علیکم“ امتی پر کس قدر بڑا انعام ہے کہ دربار رسالت میں حاضر وہ ہو اور سلام علیکم اُسے حضور فرمائیں حضور ﷺ کی معرفت سے سلام بھیجنا ”وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ“ جنت میں داخلے کے وقت جنت کا داروغہ کہے گا ”سلام علیکم طبتم“ فرشتے کہیں گے ”سلام علیکم بما صبرتم“ تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا۔ اسلام کے اندر سلام کہنے کا انداز دنیا بھر کے اندازوں سے حسین عمدہ اور لا جواب ہے، ابن عربی نے امام ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے۔ ”اتدیری ما السلام“ تم جانتے ہو سلام کیا چیز ہے، ”یقول انت آمن منی“ سلام کرنے والا یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے مامون رہو۔

اسلامی تحیۃ میں ایک زبردست عالمگیریت نمایاں ہوتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے کہ ”السلام“ اس کا نام بھی ہے، مسلمان کا اپنے بھائی سے اظہار محبت بھی ہے، اس کیلئے بہترین دعا بھی ہے، مسلمانوں میں سلام کی اہمیت حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے نہایت عمدہ انداز میں واضح ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے، ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا، اسلام کے اعمال میں سب سے افضل عمل کیا ہے تو آپ نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور سلام کو عام کرو، خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ ایک اور حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں ابتداء کرے، اسے ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت ابوامامہ سے نقل کیا ہے۔

طبرانی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک ارشاد اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”بڑا بخیل وہ آدمی ہے جو سلام میں بخل کرے“۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ”سلام“ اللہ کے ناموں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا۔ اس لئے تم آپس میں سلام کو عام کرو۔

جب بندہ محفل میں سلام کہتا ہے تو اُسے بارگاہ رب العزۃ میں فضیلت کا مقام ملتا ہے اگر محفل والے جواب نہ دیں تو اُسے ایسے لوگ جواب دیں گے جو محفل والوں سے بہتر ہیں یعنی فرشتے۔ اسلام کے اندر

سلام کہنے کا طریقہ پیار، محبت باہمی اچھے تعلقات کا بہترین درس ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس پر تم عمل کرو تو آپس میں پیار محبت پیدا ہو جائے؟ پھر فرمایا ایک دوسرے کو سلام کہا کرو، سلام اور جواب سلام کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی ملتا ہے ”سواری پر جانے والا پیادہ چلنے والے کو خود سلام کہے، چلنے والے کو چاہئے بیٹھے ہوئے لوگوں کو خود سلام کہے، تھوڑے لوگ زیادہ پر گزریں تو انہیں سلام کہیں“۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک میں یہ بھی ملتا ہے جب کوئی آدمی گھر جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام کہنا چاہئے، اس سے گھر میں برکت ہوگی، سلام و جواب کے مضمون پر آخر میں ارشاد ہے۔ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے جن میں انسان اور اسلامی حقوق سلام و جواب اور سبھی معاملات داخل ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کے اختتام پر فرمایا گیا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں قطعی کوئی شک نہیں یہ خبر اللہ نے ہی دی ہے اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں وہ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ (۸۷)

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لِيَجْمَعَ كُمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا

ﷺ
الصلوات
الطیبات

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ خدا کے منکر کافر، مشرک، دہریئے جو کچھ کر رہے ہیں ان کے کسی عمل سے خدائے قدوس کے خدا ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا اور نہ ہی اس کا کچھ بگڑ سکتا ہے اللہ کا وحدہ لا شریک ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کسی طرح بھی بگاڑا نہیں جاسکتا پھر اس کی قدرت کا یہ عالم ہے وہ ایک دن سب انسانوں کو جمع کر کے ہر ایک کو اس کے عمل کا نتیجہ دکھا دے گا، اس کی قدرت کے احاطہ سے کوئی بچ کر بھاگ نہیں

سکتا، دنیا میں جو شخص جس طرح چاہے چلتا ہے اور جیسے چاہے کرتا رہے آخر کار سب کو ایک دن اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جس کے سوا کوئی خدا نہیں پھر ہر ایک اپنا نتیجہ دیکھ لے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارہ میں تمہاری

دو رائے ہو گئیں حالانکہ اللہ نے ان منافقین کو

ان کے کردار کے سبب اوندھا کر دیا ہے کیا تم

چاہتے ہو کہ اُسے ہدایت پر چلاؤ جس میں اللہ

نے گمراہی پیدا کر دی ہے اور جس میں اللہ نے

گمراہی پیدا کر دی تم اس کیلئے ہدایت پر چلانے

کا کوئی طریقہ نہیں پاسکو گے۔ (۸۸)

فَبَاكُمُ فِي الْمُنَافِقِينَ فَتَتَبِنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ
بِمَا كَسَبُوا أَرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ
وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝

اللہ
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے اور صحابہ کے ساتھ رہنے لگے چند دن بعد دربار رسالت میں عرض کی ہمیں اجازت دیجئے ہم میدان بدر کی طرف چلے جائیں، وہاں پر کھلی آب و ہوا ہے جس سے ہمیں فائدہ ہوگا، صحت ہوگی، چنانچہ اجازت مل جانے پر یہ لوگ مدینہ منورہ سے چلے گئے آہستہ آہستہ بدر شریف پہنچ گئے پھر وہاں سے کچھ دن ٹھہر کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور کفار سے مل گئے جب یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو صحابہ کرام میں ان کے بارہ میں اختلافی بحث شروع ہو گئی، کچھ صحابہ نے کہا وہ ایماندار ہیں وہ تو صرف آب و ہوا کی وجہ سے یہاں سے گئے ہیں ہمیں ان کے بارہ میں کسی قسم کا شک نہیں کرنا چاہئے، کچھ صحابہ نے کہا نہیں یہ لوگ منافق تھے، اب کفار سے مل کر کھلے باغی ہو گئے ہیں، کفار سے مل چکے ہیں اگر یہ مومن ہوتے تو مدینہ چھوڑ کر کیوں جاتے۔ اس موقع پر ان کے متعلق یہ حکم نازل ہو گیا، اللہ تعالیٰ جل مجدہ

نے فرمایا ان لوگوں کے بارہ میں تم مختلف آراء کیوں رکھتے ہو، وہ لوگ اپنی بد عملی اور بد کرداری کے سبب جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی لوٹا دیئے گئے ہیں ان کی بد عملی کے باعث ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں اوندھا کر دیا، ”رکس“ کا معنی ہے کسی کو سر کے بل اوندھا کر ادینا۔ مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے تمہیں کیا ہو گیا تم اب ان لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہو حالانکہ وہ اعلانیہ طور پر کفر میں چلے گئے ہیں، اپنے نفاق کی وجہ سے مسلمان تو وہ پہلے بھی نہیں تھے کیا تم یہ ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جنہیں اللہ نے گمراہی میں ڈال دیا ہے تم ان کے مومن ہونے کے بارہ میں کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

صحابہ کی اس جماعت کی تائید کر دی گئی، جو انہیں اسلام کے خلاف کہتے تھے ان کے گمراہ ہونے کے قائل تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَدُّواَ الْوَكَافِرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً
فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ خَشِيَ يٰۤهٰۤا جُرُوفِ
سَبِيلِ اللّٰهِ اِنْ تَوَلَّوْا فَنُحِذُّهُمْ وَاَقْتُلُوهُمْ
حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وِلِيَّاءَ
لَا نُنَصِّرُ آَٔ
اللہ
العظیم

وہ دل سے چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ کہ تم سب برابر ہو جاؤ لہذا تم ان کو دوست نہ بناؤ، حتیٰ کہ وہ ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلیں پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور انہیں جہاں پاؤ، قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار۔ (۸۹)

تفسیر

ایمانداروں کو کفار و مشرکین کی دوستی سے روکا جا رہا ہے، ہاں اُن سے دوستی اس وقت ہو جب وہ دین کی راہ میں نکل پڑیں اور جہاد کریں کفار و مشرکین سے دوستی نہ کرنے کے بارہ میں قرآن مقدس کے بہت سے مقامات پر ارشادات ملتے ہیں ایک جگہ پر یہ ارشاد اس طرح ہے ”یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا

عدوی و عدو کم اولیاء“ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے منافقوں کو دوست نہ بناؤ، ہاں وہ ہجرت کیلئے نکلیں تو اس کے بعد دوستی میں مضائقہ نہیں، منافق کو فرمایا گیا ہے وہ پہلے خلوص دل سے اسلام قبول کرے پھر ہجرت کرے ایمان اور اخلاص کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں۔

حضور ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت واجب ہو گئی تھی اسلام ثابت کرنے کیلئے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنا لازم ہو گیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہے اور اپنے اسلام کو نمایاں کرتے رہے جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو اب یہ ضابطہ منسوخ ہو گیا تھا کہ اب مکہ مکرمہ دارالاسلام بن گیا۔ اس واقعہ ہجرت سے یہ بات نمایاں نظر آرہی ہے دین کے اندر مرکزیت نماز، روزہ یا حج زکوٰۃ میں سے کسی امر کو حاصل نہیں، یہ شریعت مطہرہ کے احکام ہیں، مرکزیت ذات مصطفیٰ کو ہے، وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے ہیں تو تم بھی اُن کی اقتداء کرو، عقل میں آئے یا نہ آئے۔ معجزات عقل میں نہیں آتے ایمان میں سماتے ہیں اس ہجرت کے مسئلہ پر بھی عقل کو دخل نہیں ہوگا کہ کعبہ، حطیم، دہلیز، صفا و مروہ تو مکہ میں ہیں یہاں سے چھوڑ کر کیوں جائیں۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے میں ایک اور روایت بھی ملتی ہے، جسے عبداللہ ابن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے کچھ لوگ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے اور بظاہر مسلمان بن کر رہنے لگے، پھر مرتد ہو گئے اور تجارت کا بہانہ بنا کر مکہ مکرمہ چلے گئے پھر نہ آئے تو ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو گیا۔ یہ آیہ پاک نازل ہوئی اس آیہ کریمہ میں مختلف قسم کے تین گروہوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

پہلا گروہ: جو ہجرت کی شرط اسلام کے زمانہ میں ہجرت نہ کریں وہ کفار کی مانند ہیں۔

دوسرا گروہ: قتل اور پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ ہے۔

تیسرا گروہ: اسی سزا کا مستحق ہے جس کا پہلا گروہ تھا۔

ہجرت کے دو معنی ہیں، دین کیلئے وطن کا ترک کرنا جیسے صحابہ کرام نے کیا کہ مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ یا حبشہ کی طرف ہجرت کی (یہ ہجرت فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو گئی) دوسرا معنی گناہوں کا چھوڑنا ہے، یہ معنی قیامت تک کیلئے ہے جیسے حدیث شریف میں ہے۔ ”لا تنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبہ او کمال قال ﷺ“ ہجرت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک توبہ کا وقت باقی ہے۔ آیہ کے آخر میں کفار سے دوستی کو منع فرما دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ماسوا اس کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آچکے ہوں یا وہ اپنی قوم سے لڑیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کو تم پر مسلط کر دیتا پس وہ تم سے لڑتے سوا اگر تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہارے پاس صلح کا پیغام پہنچائیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف لڑنے کا کوئی طریقہ نہیں رکھا۔ (۹۰)

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
مِيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ
يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ
عَلَيْكُمْ فَلَفَسَلُوكُمْ فَإِنْ اعْتَذَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ
وَالْقَوْلُ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سَبِيلًا

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں مسلمانوں کی سادگی کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ اپنی سادگی کی بناء پر منافقین کے مرتد ہو جانے کے باوجود ان کی پچھلی کلمہ گوئی کی بناء پر انہیں مسلمان سمجھ رہے ہیں اب فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں! ان کا تو

یہ حال ہے کہ وہ تم میں گھل مل کر رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمہیں کافر بنالیں، اُن سے اس وقت تک دوستی نہ لگاؤ جب تک وہ اخلاص اور ایمان سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت نہ کریں، یہ ایمان والی ہجرت ان کے اخلاص و ایمان کی دلیل ہوگی، اگر وہ ہجرت سے منہ موڑ لیں تو تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ اس آیت مبارکہ میں اُن صورتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جن سے یہ لوگ تم سے بچ سکتے ہیں۔

☆ پہلی صورت یہ ہے کہ جن کفار سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے یہ ان کی پناہ میں پہنچ جائیں، اب تم انہیں کچھ نہیں کہو گے کہ وہ ایسی قوم کے پاس پناہ لے چکے ہیں جس قوم سے تم معاہدہ کر چکے ہو۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی کافر قوم تم سے معاہدہ کرے کہ وہ غیر جانبدار رہے گی اور اس کی امان میں آنے والا امن پائے گا اگر یہ مرتدین اس قوم کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور وہ انہیں امن دے دیتے ہیں تو بھی تمہاری گرفت سے بچ سکتے ہیں۔

☆ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ مرتدین خود تم سے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کر لیں اور تم سے صلح کر لیں۔ ان صورتوں میں تمہیں ان کے قتل کی اجازت نہیں ایک اور صورت یہ ہے کہ مرتدین ان صورتوں میں سے کچھ بھی نہ کریں تو وہ جہاں پائے جائیں قتل کر دیئے جائیں گے۔

مفسرین کرام نے ان ساری صورتوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ساری صورتیں مرتدین کے بچ نکلنے کی اب منسوخ ہو چکی ہیں اب مرتد کے بچنے کی صرف ایک صورت یہی ہے کہ وہ خلوص سے اسلام قبول کر لے، مرتد سے صلح کی کوئی صورت نہیں، حضور ﷺ نے مسلمانہ کذاب اور اس کے متبعین سے صرف جہاد کیا اور ان سے صلح کی کوئی صورت اختیار نہ فرمائی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سَيَجِدُونَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا
وَيُؤْمِنُوا قَوْمَهُمْ كُلًّا رَدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا
فِيهَا فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ
وَيَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ فَعُدُّوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ
تَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سُلْطَانًا مُبِينًا

اللہ
الصلوات
الطہیم

عنقریب تم ایک اور قوم کو پاؤ گے جو یہ چاہتے
ہیں کہ تمہارے ساتھ بھی امن سے رہیں اور اپنی
قوم سے بھی امن میں رہیں اور جب بھی ان کی
قوم سے فتنہ کی آگ بھڑکائی جائے تو وہ اس میں
کود پڑیں پس اگر وہ تم سے الگ نہ ہوں اور
تمہیں صلح کا پیغام نہ بھیجیں اور جنگ سے اپنے
ہاتھ نہ روکیں تو تم ان کو پکڑ لو اور ان کو جہاں پاؤ
قتل کر دو یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمہیں کھلا
اختیار دیا ہے۔ (۹۱)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا شان نزول اس طرح ہے، سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں
قبیلہ غطفان، بنی عبدالدار اور قبیلہ بنی اسد کا رویہ اس قسم کا تھا جب مسلمانوں سے ملتے تو مسلمان ہونے کا
دعویٰ کرتے اور کہتے کہ ہم بھی آپ لوگوں کی طرح مومن ہیں جن چیزوں پر تمہارا ایمان ہے ہم بھی انہیں پر
ایمان رکھتے ہیں اور جب یہ لوگ اپنے عزیزوں دوستوں سے ملتے تو کہتے مسلمان تو سانپ اور بچھو کی طرح
ہیں ان سے بچنا بڑا ضروری ہے ان کا ڈسنا بڑا خطرناک ہے ہم لوگ تو تمہارے ساتھ ہیں، تمہارے ساتھ
رہیں گے۔ ان قبائل کے یہ لوگ اس طریقہ کو اپنی سیاست سمجھتے اور عقلمندی جانتے۔ یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی
جس میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ تمہارے دشمن کئی قسم کے ہیں کچھ وہ جو اعلانیہ باغی ہیں سرکش ہیں تم
سے لڑائی جھگڑا بہر حال جاری رکھتے ہیں دوسری قسم کے دشمن بنی اسد، بنی غطفان، بنی عبدالدار ہیں جن کی
حالت یہ ہے وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم کی طرف

سے بھی، وہ لوگ ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر تمہیں مطمئن کر دیتے ہیں اور پھر اپنی قوم میں جا کر تمہیں برائی کا نشانہ بناتے ہیں۔ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں، اور اپنی قوم کو مطمئن رکھتے ہیں اگر ان کی قوم انہیں لڑائی پر بلائے تو جھٹ سامنے آ جاتے ہیں اور وہ بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں سے کیا کہہ رکھا ہے اور نہ ہی وہ اپنی بد عہدی توڑنے پر کچھ برائی محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی وہ اس بد عہدی توڑنے کے نتیجہ کو سامنے رکھتے ہیں۔

مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے متعلق ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ اگر یہ لوگ لڑائی سے نہ بچیں اور آئندہ صلح کی صورت پیدا نہ کریں تو پھر ہماری طرف سے تمہیں بھی اجازت ہے، جہاں کہیں مل جائیں انہیں مارو تم پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ انہوں نے اپنے عہد کو توڑا ہے کہ تم پر حملہ کی تیاری کر لی ہے اور مسلح کفار کی صفوں میں آکر شامل ہو گئے ہیں۔ اب اگر وہ امن پسندی کی کوئی بات نہیں کرتے اور جنگ سے کنارہ کشی نہیں کرتے اور تمہیں کسی قسم کی صلح کا پیغام بھی نہیں دیتے اور تم پر زیادتی کرنے سے بھی نہیں رکتے تو تم بھی انہیں جہاں پاؤ، قتل کر دو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَّةٌ مُسْلَمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنَ قَوْمٍ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنَ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَّةٌ مُسْلَمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامٌ شَهْرَيْنِ تُتَابَعَيْنِ تَوْبَةٌ مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

اللہ
صَلَّى
الْحَقُّ
عَلَيْهِمُ

اور کسی مومن کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے (لا علمی کے طور پر) اور جس نے کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن کو آزاد کرنا لازم ہے، اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو ان کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے جو شخص غلام نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے یہ اللہ کی طرف سے اس کی توبہ ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ (۹۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا، عیاش بن ربیعہ جو ابو جہل اور حارث کے سوتیلے بھائی تھے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو گئے پھر کفار سے ڈر کر مدینہ منورہ چلے گئے، عیاش کی والدہ کو ان سے بہت پیار تھا۔ اُس نے ابو جہل اور حارث سے کہا کہ جب تک میں عیاش کو دیکھ نہ

لوں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی، جاؤ اُسے تلاش کر کے لاؤ۔ ابو جہل اور حارث نے اپنے ساتھ ایک اور شخص حارث بن ابی زید کو لیا اور تینوں مدینہ منورہ پہنچ گئے اور عیاش کو تلاش کر لیا، انہوں نے عیاش کو ماں کی حالت بتائی کہ وہ تیرے بغیر بچ نہیں سکے گی اس نے اس طرح کا عہد کر رکھا ہے چلو اور ماں کی جان بچاؤ اور ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں تجھے دین کی آزادی ہوگی جو چاہو دین اختیار کرو، عیاش نے ان کی بات مان لی اور ساتھ چل پڑے۔ جب ابو جہل اور حارث عیاش کو لے کر مدینہ منورہ سے باہر آ گئے تو انہوں نے عیاش کو سخت سزا دی ہر ایک نے ایک ایک سو کوڑا مارا، اور قیدی کی شکل میں مکہ مکرمہ لائے۔ ماں نے اپنے بیٹے عیاش سے کہا جب تک تم اسلام کو نہیں چھوڑتے تجھے معاف نہیں کروں گی اور نہ ہی اس مصیبت سے چھڑاؤں گی، چنانچہ اسی طرح دھوپ میں ڈال دیئے گئے، آخر مجبور ہو گئے تو بظاہر کفر اختیار کر لیا، مشکلات میں پھنسے رہے آخر جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو عیاش موقعہ پا کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے حارث بن زید بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے ایک دن عیاش نے حارث کو مسجد قباء کے قریب دیکھا تو اُسے قتل کر دیا، لوگوں نے عیاش سے کہا کہ حارث تو مسلمان ہو چکا تھا تم نے قتل کیوں کیا تو دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا، اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے قتل خطاء کی تین صورتوں کا ذکر فرمایا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم قوم کا مسلمان آدمی مسلمان کے ہاتھوں خطا سے مارا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کفار حربی قوم کا مسلمان آدمی مسلمان کے ہاتھوں خطا سے مارا جائے، تیسری صورت یہ ہے کہ ذمی کفار قوم کا کافر آدمی مسلمان آدمی کے ہاتھوں خطا سے مارا جائے۔ لہذا ارشاد ہوا کہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو عمداً قتل کرے۔ مومن کا تو معنی ہی امن دینے والا ہے وہ کسی کا عمداً قاتل کیسے ہو سکتا ہے ہاں کسی کو خطا سے قتل کر دے تو وہ قاتل بطور کفارہ ایک مومن غلام یا لونڈی آزاد کر دے اور ساتھ ہی مقتول کے وارثوں کو خون بہا

ایک سواونٹ ادا کرے اگر یہ نہ ملیں تو ایک ہزار اشرفیاں دے، اگر مقتول کے وارث خون بہا معاف کر دیں تو یہ ان کا اختیار ہے جسے وہ معاف کر سکتے ہیں اگر مقتول مومن تھا مگر اس کی قوم کافر حربی تھی وہ مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا تو اس کی جزا صرف مومن غلام آزاد کرنا ہے اس میں دیت نہیں کہ دیت میت کے وارثوں کو ملتی ہے، اس مقتول کا وارث کوئی تھا ہی نہیں کہ کفار مومن کے وارث نہیں ہوتے۔ اگر مقتول کافر قوم کا کافر فرد تھا مثلاً ذمی یا مستامن تھا جو مسلمان کے ہاتھوں خطا سے مارا گیا تو اس کی جزا یہ ہے کہ قاتل اس کی دیت اس کے وارثوں کو ادا کرے جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیں اگر خلاف معاہدہ حرکت صادر ہو جائے تو کفارہ کے طور پر ایک مومن غلام یا لونڈی آزاد کرے، اگر غلام نہ مل سکے تو اس کے عوض دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے مگر اسے دیت ادا کرنا ہوگی۔ یہ احکام تمہارے لئے بطور توبہ رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، اپنی عاقبت کو درست کر لو اللہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِّيًا فْجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ
خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ
لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا
صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کیلئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے (۹۳)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں قتل خطا کا ذکر تھا، اب جان بوجھ کر قتل کے نتیجہ کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ مقیس ابن صبابہ اور ہشام بن صبابہ یہ دونوں بھائی تھے، مدینہ منورہ میں مسلمان ہو گئے کچھ دنوں بعد ہشام کو قبیلہ بنی نجار کے محلہ میں کسی شخص نے قتل کر دیا جب ہشام کے بھائی مقیس کو اس قتل کا پتہ چلا تو مقیس بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور خبر دی، حضور ﷺ نے ایک شخص کو مقیس کے ساتھ

بنی نجار کے ہاں بھیجا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اگر تمہیں قاتل کا پتہ ہو تو مقیس کے حوالے کرو تا کہ اس سے قصاص لیا جائے اگر قاتل کا پتہ نہ چل سکے تو ہشام کی دیت ایک سواونٹ مقیس کو ادا کی جائے، جو نہی یہ پیغام حضور ﷺ کا بنی نجار کو پہنچا تو انہوں نے جھٹ قبول کر لیا اور کہا ہمیں قاتل کا پتہ نہیں البتہ ہم دیت دینے کیلئے تیار ہیں، چنانچہ انہوں نے سواونٹ مقیس کے حوالے کر دئے۔ مقیس اور رسول اللہ ﷺ کا قاصد فہری مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے، مقیس کے دل میں برائی آگئی اور اس نے فہری کو قتل کر دیا اور دیت کے اونٹ لے کر مرتد ہو گیا اور مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا اور خوشی سے نعرے لگاتا گیا کہ میں نے فہری کو قتل بھی کر دیا اور اپنے بھائی کی دیت بھی بنی نجار سے وصول کر لی مجھے اپنا بدلہ اچھا مل گیا۔ اب میں بتوں کی طرف رجوع کرتا ہوں جب یہ خبر بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچی تو حضور ﷺ کو صدمہ ہوا، اس واقعہ پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے چند شخصوں کے متعلق حکم فرمایا تھا کہ یہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں ان میں یہ شخص مقیس بھی تھا چنانچہ یہ مقیس غلاف کعبہ کے اندر لپٹا ہوا ملا اور قتل کر دیا گیا۔

(تفسیر خازن)

اس آیہ مقدسہ میں ”قتل“ مومن کے عظیم جرم ہونے کا ذکر واضح ہے، حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے بھی واضح دلیل ملتی ہے، ارشاد ہوتا ہے، ”قتل المومن اعظم عند الله من زوال الدنيا“ بے گناہ مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے فنا ہونے سے بھی شدید ترین ہے۔ معتزلہ کے نزدیک تو قاتل کی توبہ بھی قبول نہیں لیکن اہلسنت کے ہاں خلوص دل سے توبہ ہو تو قبول ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامُ
لَسْتُ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَالِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ
فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٥﴾

صَلَّى
الْعِظَمِ

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے جاؤ تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کہے تو اس سے یہ نہ کہو تو مسلمان نہیں تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت نعمتیں ہیں اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا سو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔ (۹۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے نازل ہونے کے بارہ میں چند واقعات ملتے ہیں، حضور ﷺ نے علاقہ فدک میں بسنے والی قوم پر جہاد کرنے کیلئے غالب بن فضالہ کی قیادت میں فوج بھیجی، جب یہ فوج فدک کے قریب پہنچی تو وہ لوگ بھاگ گئے مگر ایک شخص مرد اس نامی نہ بھاگا وہ مطمئن تھے کہ وہ مسلمان ہو چکے تھے مگر یہ شبہ ہوا کہ کہیں یہ لشکر کسی اور کا نہ ہو، اپنا سارا مال لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے جب اسلامی لشکر وہاں پہنچا تو اُس نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو مرد اس کو بہت خوشی ہوئی کہ یہ لشکر تو اسلامی لشکر ہے تو یہ مرد اس بھی نعرہ تکبیر بلند کرتے نیچے اترے اور اسلامی فوج سے کہا میں بھی مسلمان ہوں، اسلامی فوج میں اسامہ بن زید بھی تھے انہیں یہ وہم گذرا کہ یہ بندہ اپنی جان اور مال بچانے کیلئے کلمہ پڑھ رہا ہے، تو حضرت اُسامہ نے اُسے قتل کر دیا اور مال پر قبضہ کر لیا، جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور اُسامہ نے سارا واقعہ دربار رسالت ﷺ میں پیش کیا تو حضور ﷺ کو صدمہ پہنچا اور فرمایا تم نے مال کے طمع میں اُسے قتل کر دیا، حضرت اُسامہ نے عرض کی حضور میرے لئے دعاء مغفرت فرمادیں، حضور ﷺ نے فرمایا، اُسامہ تم اس کے کلمہ کا کیا کرو گے، حضرت اُسامہ کو بہت

رنج ہوا۔ آخر دیر کے بعد حضور ﷺ نے ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائی اور فرمایا یہ بکریاں اُس کے بال بچوں کو واپس کر دو، اور ایک غلام آزاد کرو۔ اس واقعہ پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن)

ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلو تو تحقیق کر لیا کرو کہ اگر کوئی شخص تمہیں سلام کہے اور اس پر کوئی کفر کی علامت نہیں پائی جاتی تو بلا وجہ یہ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ تو مال بچانے کیلئے کلمہ پڑھ رہا ہے اگر تمہیں مال کا شوق ہے تو گھبراؤ مت، اللہ کے ہاں بہت مال ہے وہ تمہیں اتنا مال دے گا کہ تمہارے گھر بھر جائیں گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ آرہا ہے، جب روم، ایران کی دولتیں سونے چاندی کے ڈھیر تمہارے قدموں میں ہوں گے تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل فرمایا اور رحمت سے نوازا، تحقیق کر لیا کرو اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔ اگر کوئی اپنے کو مسلمان ظاہر کرے تو کسی کو حق نہیں کہ بغیر تحقیق کے اس پر منافق کا فتویٰ صادر کرے۔

اس آئیہ کریمہ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک اور روایت بھی ملتی ہے جسے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک آدمی صحابہ کرام کی جماعت سے ملا اس نے صحابہ سے سلام کہا جو عملی طور پر اس بات کا اظہار تھا کہ میں مسلمان ہوں مگر صحابہ کرام سے یہ لغزش ہوئی کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ بندہ اپنا مال بچانے کیلئے مسلمان ہونے کا اظہار کر رہا ہے، چنانچہ صحابہ نے اس بندے کو قتل کر دیا اور اس کا مال لے کر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو اس پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی، کہ جو شخص اسلامی طریقہ پر سلام کہتا ہے، تو بغیر تحقیق یہ نہ سمجھو کہ اس نے فریب کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان کہا ہے اس کے مال کو غنیمت سمجھ کر حاصل نہ کرو۔ اس روایت کو ترمذی اور مسند احمد نے نقل کیا ہے

اسی عنوان کی تائید میں ایک اور روایت ملتی ہے جسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے حضور ﷺ نے مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمایا اس دستے میں حضرت مقداد بن اسود بھی تھے، مجاہدین کو دیکھ کر کفار تو بھاگ گئے ایک شخص رہ گیا اس کے پاس مال کافی تھا اس نے کلمہ پڑھا اور بتایا کہ وہ مسلمان

ہے حضرت مقدادؓ نے سمجھا کہ یہ بندہ اپنا مال بچانے کیلئے کلمہ پڑھ رہا ہے آپ نے اُسے قتل کر دیا، حاضرین میں سے ایک نے کہا مقداد! تو نے غلط کیا، کلمہ پڑھنے والے کو قتل کر دیا جب یہ لوگ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو یہ واقعہ دربار رسالت ﷺ میں پیش کیا گیا حضرت مقدادؓ کا واقعہ تفصیلی عرض کر دیا گیا، حضور ﷺ نے مقداد کو بلایا اور فرمایا مقداد قیامت کے دن تم کیا جواب دو گے؟ جب کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ تمہارے مقابلہ میں دعویدار ہوگا تو یہ آہ پاک اُتری ”لا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا“ جو تمہیں سلام کہے اسے کافر نہ کہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بلا عذر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے ایماندار اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں اپنے مال جان سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے بہتر آخرت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے (۹۵) اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (۹۶)

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ
أُولَى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بَأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
بَأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ
وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آہ کریمہ میں جہاد کے بارہ میں احکام ارشاد فرمائے گئے تھے اور حکم تھا کہ کسی کو بغیر تحقیق کے قتل نہ کرو

اب اس آیہ مبارکہ میں جہاد کی فضیلت اور اس کی عظمت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اے محبوب (ﷺ) کے جان بازو! کہیں جہاد کو چھوڑ نہ بیٹھنا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اللہ کا بہت بڑا فضل ہے، جہاد نہ کرنے والا کتنا ہی بڑا عابد کیوں نہ ہو جہاد کرنے والا بہر حال اس سے آگے ہے اگرچہ وہ اس کی نسبت عابد تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ غیر مجاہد لوگ مجاہدین کے درجوں کو نہیں پہنچ سکتے ہاں اگر کوئی شخص اپنی بیماری، معذوری کے سبب جہاد میں نہ جاسکا تو اُسے مجاہدین کا اجر ملے گا۔ جیسے مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم ایک جہاد میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے فرمایا مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں مرض نے روک لیا ہے، وہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کچھ معذور لوگ مدینہ منورہ رہ گئے ہیں ہم جہاں گئے وہ ہمارے ساتھ ہی تھے، مگر وہ جو جہاد میں شامل ہوا، لڑا بہر حال اس سے آگے ہوگا کہ اس معذور کے پاس تو صرف نیت تھی مگر اس کے پاس عمل، حوصلہ ہمت سبھی کچھ ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: غزوہ بدر کے موقع پر بعض صحابہ غزوہ میں شامل ہوئے بعض شریک نہ ہو سکے مدینہ منورہ میں ہی بیٹھے رہے، ان دونوں جماعتوں کے متعلق یہ آیہ پاک نازل ہوئی ایک روایت میں اس طرح ہے غزوہ تبوک میں تمام صحابہ شریک ہوئے مگر حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن لوی رضی اللہ عنہم شریک ہو نہ سکے جن پر بعد میں عتاب بھی نازل ہوا پھر معافی بھی ہو گئی۔ یہ آیہ مبارکہ ان کے حق میں نازل ہوئی اگرچہ ان تینوں بزرگوں کے حق میں معافی تو ہو گئی مگر درجہ انہیں کا زیادہ تھا جو جہاد میں گئے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیہ پاک نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے مجھے یہ آیہ مبارکہ لکھوائی آپ کی ران میری ران پر تھی حضور ﷺ لکھوا رہے تھے میں لکھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم ؓ نابینا صحابی نے عرض کی حضور مجھ میں جہاد کی قوت ہوتی تو میں جہاد میں ضرور جاتا۔ اسی حالت

یہ ہجرت منسوخ ہوگئی، مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کا سبب یہ بھی تھا کہ بتایا جائے، اسلام میں وطن کی اہمیت نہیں، دین کی ہے اور دین کی خاطر وطن کو چھوڑ دیا جائے گا یہ بھی سبب تھا کہ لوگوں کو پتہ چلے حضور ﷺ کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے یہ بھی حکمت تھی کہ اسلام کی پہلی ریاست مدینہ منورہ کو مضبوط اور مستحکم ریاست بنایا جائے۔

جو لوگ طاقت ہوتے ہوئے بھی ہجرت نہیں کرتے یا جن لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا اور باوجود طاقت کے ہجرت نہ کی اور ایسی حالت میں انہیں موت آگئی یا مسلمانوں کے مقابل آئے اور مارے گئے تو فرشتے جب ان کی جان نکالنے آتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حالت میں تھے، اسلام پر یا کفر پر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تھے تو مسلمان مگر کفر کی زمین میں مجبور اُ رہتے تھے اس لئے اسلام کے احکام پر عمل نہ کر سکے تو فرشتے کہیں گے تم جھوٹ بولتے ہو تم مجبور نہ تھے کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی؟ کہ تم کسی اسلامی ملک میں چلے جاتے وہاں جا کر آزادی سے اسلامی احکام پر عمل کرتے، تم نے محض اپنی جان، مال، وطن کی محبت کیلئے ہجرت نہ کی۔ فرمایا جا رہا ہے، ایسے حیلہ سازوں اور بہانے بنانے والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے، ہاں مجبور معذور لوگ جن کے پاس سامان سفر نہ تھا ہجرت کی راہ معلوم نہ تھی ایسے معذوروں کے متعلق امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ انہیں معاف فرمادے گا وہ بڑا غفور ہے رحیم ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میری والدہ ام الفضل ایسے ہی معذوروں، مجبوروں میں شامل تھیں۔

اس آیت کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بناطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کچھ لوگ مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئے تھے مگر جب حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہوں نے اپنے مال جان، گھربار کی محبت میں ہجرت نہ کی ان کے متعلق یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ایک روایت میں اس طرح ہے کچھ لوگ مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئے ان میں قیس بن فاکہ، حارث بن زمعہ، ابوالعاص ابن مہبہ شامل تھے، حضور ﷺ کے ہجرت فرما جانے کے بعد اسلام سے نکل گئے اور جنگ بدر میں مسلمانوں کے

مقابلہ میں لڑے اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے یہ آیہ پاک ان کے حق میں نازل ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں
بہت جگہ اور وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے
اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا
نکلے گا پھر اس کو موت آجائے تو بے شک اس کا
اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے اور اللہ بہت بخشنے
والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (۱۰۰)

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ
مَرْغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ
مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ تُكْرِمَهُ اللَّهُ الْمَوْتَ
فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بلا عذر ہجرت نہ کرنے والوں پر عتاب تھا۔ اب اس آیہ کریمہ میں ہجرت کی رغبت دی
جا رہی ہے اور دنیاوی فوائد بتائے جا رہے ہیں اور فرمایا جا رہا ہے اگرچہ ہجرت اللہ کی رضا کیلئے ہے، مگر
ہجرت میں دنیاوی فائدہ بھی مل جائے تو ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے ہجرت کرو، ڈرو مت، تم میں سے جو مسلمان اللہ کی رضا کیلئے ہجرت
کرے گا وہ اللہ کی زمین میں بہت جگہ پائے گا اور اسے رزق وسیع ملے گا ہم اُسے اپنے فضل سے غنی کر دیں
گے اگر کوئی شخص ہجرت کر کے اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ سکے اور راستہ میں ہی اُسے موت نے آلیا تو اس کا اجر اور
ثواب اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے وہ مہاجر ہو گیا مہاجرین کی صف میں شامل ہو گیا اگرچہ اپنی منزل کو نہیں
پاسکا تھا، اللہ بہت بڑا رحیم ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا باعث یہ ہوا جب ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو جندع ابن ضمیرہ لیشی نے اپنے
بچوں کو بلا کر کہا مجھے ہجرت سے رکاوٹ کی کوئی صورت نہیں، میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے اونٹ پر بٹھا دو اور

اونٹ کو مدینہ منورہ کی طرف ہانک دو اور اللہ کے سپرد کردو اب ہجرت کا حکم سننے پر میں مکہ مکرمہ نہیں ٹھہرسکوں گا ان کے شدید اصرار پر بچوں نے ایسا ہی کیا اونٹ پر بٹھایا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت جندع پہلی منزل پر مقام متعیم پر ہی پہنچے تھے کہ موت کے آثار معلوم ہونے لگے تو آپ نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور کہا یا اللہ میرا ہاتھ ہے اور پھر دایاں ہاتھ اٹھایا اور عرض کی یا اللہ یہ ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا ہے تو گواہ رہنا میں ہجرت پر تیرے رسول ﷺ سے بیعت کرتا ہوں یہ کہہ کر فوت ہو گئے اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن)

اسی عنوان پر ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، خالد ابن حزام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں انہیں سانپ نے ڈس لیا اور فوت ہو گئے ان کے متعلق یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمْ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا
اور جب تم زمین میں سفر کرو تو کوئی حرج نہیں
ہے کہ تم نماز میں قصر کرو، اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ
کفار تم پر حملہ کریں گے بے شک کفار تمہارے
کھلے دشمن ہیں۔ (۱۰۱)

صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں اہل ایمان کو ہجرت کا حکم دیا گیا، اللہ کی راہ میں لڑنے کیلئے جہاد کی رغبت دی گئی ہجرت اور جہاد دونوں میں سفر کو تعلق ہے۔ اس آیہ کریمہ میں سفر کے مسائل فرمائے جا رہے ہیں۔ اہل اسلام کو فرمایا جا رہا ہے اگر تم کسی کام کیلئے سفر کرو تو اس میں گناہ نہیں کہ چار رکعت فرائض کو دوا کر لو، باقی سنتیں نوافل، وتر پورے پڑھو اگر تم یہ خطرہ محسوس کرو کہ کفار نماز لمبی پڑھنے کی صورت میں تمہیں نقصان

پہنچائیں گے اس لئے ہم نے نماز فرض میں تخفیف کر دی ہے کہ کفار تمہارے دشمن ہیں، ان سے بچو۔ ملت اسلامیہ اس پر متفق ہے کہ سفر میں نماز کا قصر ہے یعنی چار رکعت فرائض دو (۲) ادا کئے جائیں۔ سفر میں قصر پڑھنا واجب ہے، احناف کا یہی مسلک ہے، حضرت عمرؓ، علیؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، خواجہ حسن بصریؒ، قتادہؒ، امام مالکؒ یہ سبھی اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ ”فلیس علیکم جناح“ کا یہ مفہوم کہ قصر کرنا ضروری نہیں یہ رائے امام شافعی علیہ الرحمہ کی ہے، اگرچہ وہ قصر کرنے کو افضل کہتے ہیں جبکہ احناف کے ہاں قصر واجب ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پہلے ہر نماز دو رکعت فرض ہوئی پھر نماز سفر تو اسی طرح دو رکعت رہی اور وطن کی نماز دو رکعت بڑھادی گئی۔

اس آیہ مبارکہ میں عام سفر کا ذکر ہے وہ کسی قسم کا بھی ہو سفر ہے وہ سفر نیکی کا ہو یا گناہ کا، نماز قصر ہی ہوگی خدا پناہ کوئی شخص چوری کی نیت سے سفر کرتا ہے اور نماز کا عادی ہے تو قصر ہی پڑھے گا اگر ۵ میل کے ارادہ سے گھر سے نکلا تو گھر چھوڑتے ہی نماز قصر پڑھے گا یہ مسافر اگر کسی جگہ ۱۵ اردن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو وہاں پر یہ مقیم متصور ہوگا، نماز پوری پڑھے گا۔ یہ بات ذہن میں رہے نوافل اور سنتوں میں قصر نہیں قصر صرف چار رکعت فرائض میں ہے بعض لوگ نوافل، سنت پڑھتے ہی نہیں کہ جب فرض میں قصر ہے تو نوافل ختم ہو گئے یہ ایک محض عقلی افتراء ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں پوری نماز پڑھ لی جائے تو کیا حرج ہے، ایسا نہیں چاہئے، قصر بھی شریعت کا حکم ہے جس پر عمل کرنے سے ثواب ہے گناہ نہیں۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے اگر تمہیں کفار کی طرف سے ڈر ہو تو قصر ہے مگر سفر میں خوف نہ بھی ہو تو نماز قصر پڑھی جائے گی۔ حضور ﷺ نے اپنے تمام اسفار مقدسہ میں قصر پڑھی۔ یعلیٰ بن امیہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا ہم تو امن میں ہیں پھر ہم قصر کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ
طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَهُمْ فَإِذَا
سَجَدُوا فَليَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ
أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَذَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ
تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ
عَلَيْكُمْ قَبِيلَةً وَاحِدَةً وَلَاجْنَاءَ عَلَيْكُمْ أَنْ
كَانَ بِكُمْ آذَى مِنْ قَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ فَرَضَى أَنْ
تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

صَلَّى
الْعِظَمِ

اور اے (نبی مکرم) جب آپ (مسلمانوں) کے درمیان ہوں اور آپ حالت جنگ میں نماز کیلئے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے اور وہ بھی اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور (ضروری) سامان لئے رہو بے شک اللہ نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۰۲)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں سفر کی حالت میں چار رکعت فرض والی نماز کو قصر کرنے کا حکم تھا کہ چار رکعت فرض نماز دو رکعت پڑھ لی جائے، اس آیہ کریمہ میں قصر نماز کی صورت میں نمازی کے آگے پیچھے چلنے اور نماز پڑھنے کا حکم ہے کہ دشمن کے خوف کی صورت میں مسلح ہو کر نماز پڑھے، آگے پیچھے چلنے پھرنے سے نماز فاسد نہیں ہو

گی۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے، محبوب! (ﷺ) اگر جنگ کی حالت میں نماز کا وقت آ گیا اور نماز بھی دو رکعت ہو تو آپ نمازیوں کی دو جماعتیں بنادیں ایک جماعت تو آپ کے پیچھے صف بستہ نماز کیلئے کھڑی ہو جائے اور یہ نمازی جماعت بھی مسلح ہو اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے یہ بھی مسلح ہو جب یہ نمازی جماعت آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے اور اسی کا دوسرا سجدہ کر لے تو یہ جماعت دو رکعت آپ کے پیچھے پڑھیں پھر یہ نمازی دشمن کے مقابل چلے جائیں اور دوسری جماعت جواب تک دشمن کے مقابل تھی وہ آپ کے پیچھے صف بستہ نماز میں کھڑی ہو جائے اور بقیہ نماز ایک رکعت یا چار فرض ہوں تو دو رکعت آپ کے پیچھے پڑھے مگر یہ لوگ بھی اسی حالت میں مسلح رہیں کہ اب دشمن کا خطرہ زیادہ ہے کہ انہیں تمہاری اس نقل و حرکت یعنی نماز میں ہونے کا پتہ چل گیا ہے کفار نے تو چاہا تھا کہ تم نماز میں مصروف ہو جاؤ تو وہ اچانک حملہ کر کے تمہیں نقصان پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو ناکام بنا دیا، اب نمازیوں کو فرمایا گیا اگر اس حالت میں تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا تم میں سے کوئی بیمار ہو تو تمہیں اس مجبوری میں ہتھیار رکھول دینے کی اجازت ہے، مگر دفاعی سامان پھر بھی ساتھ ہی ہونا چاہئے کہ تم دشمن سے محفوظ رہو، اللہ تعالیٰ نے کفار کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے، وہ چاہتا ہے کہ تمہیں اُن کے شر سے محفوظ رکھے اور دنیا میں تمہارے ہاتھوں سے آخرت میں فرشتوں کے ذریعہ انہیں سخت عذاب دے۔

اس آیت کریمہ میں دونوں جماعتوں کی اس رکعت کا تو ذکر ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے گی ان کی دوسری رکعت کا ذکر نہ فرمایا گیا اس کی تفصیل حدیث شریف نے بتادی ہے کہ امام جب دونوں جماعتوں کو ایک ایک رکعت پڑھائے گا ان جماعتوں کی تو ایک ایک رکعت ہوگی اور امام کی دونوں رکعتیں ہو چکی ہوں گی لہذا امام سلام پھیر دے گا اور اب پہلی جماعت تو پہلی رکعت میں امام کے ساتھ تھی، وہ اپنی آخری رکعت بغیر قرأت کے ادا کر کے سلام پھیر دے گی، پھر دوسری جماعت جس نے دوسری رکعت امام کے پیچھے پڑھی ہے وہ اپنی پہلی رکعت میں قرأت کر کے سلام پھیر دے گی کہ یہ مسبوق ہے اور مسبوق پر قرأت

لازم ہے اسی طرح سے دونوں جماعتوں کی نماز پوری ہو جائے گی۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا واقعہ اس طرح ہوا حضور ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع میں تشریف لے گئے، نماز ظہر کا وقت ہوا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھائی، مشرکین نے افسوس کیا کاش نماز کی حالت میں ان پر حملہ کر دیتے اور انہیں تباہ کر دیتے تو کفار کے بعض تجربہ کاروں نے کہا کوئی بات نہیں ابھی تھوڑی دیر بعد نماز عصر پڑھیں گے تو ایسا اچانک حملہ کر دیا جائے، تو نماز عصر سے پہلے یہ آیہ پاک نازل ہوئی جس میں نماز کا طریقہ بتا دیا گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

پس جب تم نماز ادا کرو تو حالت قیام میں بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرو پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو نماز پڑھو، بے شک نماز ایمان والوں پر وقت مقررہ میں فرض کی گئی ہے (۱۰۳) اور کافروں کا تعاقب کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر تم کو تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی تو تکلیف پہنچی ہے جیسا کہ تمہیں تکلیف پہنچی ہے اور تم اللہ سے جو امید رکھتے ہو اُس کی امید وہ نہیں رکھتے اور اللہ بہت علم والا ہے حکمت والا ہے (۱۰۴)

فَإِذَا أَقَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا
وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا
وَلَا تَهْنُؤُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ
فَأَنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ
مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو میدان جنگ میں نماز ادا کرنے کا حکم تھا اس آیہ پاک میں نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، ایمانداروں کو فرمایا گیا ہے جب تم نماز خوف ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو تمہاری

حالت کوئی بھی ہو کھڑے ہو یا بیٹھے، چلتے پھرتے ہو یا جنگ کی کوئی اور حالت ہو ایسے حالات میں اللہ کا ذکر کرو کہ یہ ذکر تمہاری حفاظت ہے یا یہ مفہوم اس طرح لے لیا جائے، نمازیو! نماز پڑھ لینا ہی کافی نہ سمجھ لینا بلکہ بعد میں اللہ کی یاد بھی کرو کہ اسی میں تمہاری عزت ہے برکت ہے، اللہ کی یاد ہی دلوں کا سکون ہے اللہ کی یاد سے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے اطاعت کا جذبہ ابھرتا ہے، اللہ کے ذکر کا صرف یہ معنی ہی لینا صحیح نہیں اللہ اللہ یا رحمان، یا رحیم یا اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسماء گرامی میں سے کسی کو کثرت سے پڑھا جائے بلکہ قرآن پاک کی تلاوت بھی ذکر اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر بھی ذکر اللہ ہے، انبیاء علیہم السلام کا محبت سے ذکر کرنا بھی ذکر اللہ ہے۔

جب جنگ ختم ہو جائے تو باقاعدگی سے نمازیں پڑھا کرو، یہ بات ذہن میں رہے نمازوں کو ان کے وقتوں میں پڑھنا بڑا ہی ضروری ہے، کچھ لوگ ظہر، عصر، مغرب، عشاء کو ایک ہی وقت میں پڑھ لیتے ہیں جو واضح طور پر اس آئیہ کریمہ کے خلاف ہے۔ جن روایات میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء کو اکٹھا پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد جمع صوری ہے کہ ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھا گیا تو معلوم ہوتا ہے دونوں اکٹھی پڑھی گئیں، حالانکہ ایسا نہیں، حضور ﷺ نے سفر میں مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو پہلے وقت میں پڑھا یہ بظاہر تو ایک ہی ساتھ محسوس ہو رہی ہیں مگر وقت اپنے اپنے میں ہیں۔

نماز فرض ہی اس وقت ہوتی ہے جب وقت آئے، وقت سے پہلے فرضیت ہے ہی نہیں۔ ایک آدمی نماز ظہر سے پہلے فوت ہو گیا تو اس نماز کے سلسلہ میں وہ جواب دہ نہیں ہوگا کہ وہ وقت سے پہلے فوت ہو گیا۔ ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے کہ دشمن پر گرفت کرنے میں سستی نہ کرو ہمت سے تعاقب کرو انہیں پکڑو تا کہ وہ تم پر حملہ نہ کر سکیں، ہم جانتے ہیں احد کی جنگ میں تمہیں تکلیف پہنچی ہے مگر انہیں بھی تو تکلیف پہنچی ہے اس تکلیف میں تم اور وہ برابر ہو گئے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ امیدیں ہیں جو کفار کو نہیں، دشمن کو مار لیا تو غازی بن گئے دشمن کے ہاتھوں مار کھا گئے تو شہید، جب کفار نہیں تھکتے تو تم کیوں تھکتے ہو، جان لو اللہ تعالیٰ

علم والا بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ
 کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے
 درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے
 آپ کو دکھائی ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی
 طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں (۱۰۵) اور آپ
 اللہ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ بہت
 بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے (۱۰۶) اور آپ
 اُن لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں
 سے خیانت کرنے والے ہیں، بے شک اللہ ہر
 اُس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بہت بددیانت گنہگار
 ہو، (۱۰۷) یہ لوگ انسانوں سے اپنے کام چھپاتے
 ہیں اور اللہ سے نہیں چھپا سکتے حالانکہ وہ ان کے
 ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کے
 متعلق مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور
 اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے (۱۰۸)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
 بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا
 وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا
 وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ
 إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَتِيًا
 يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ
 اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ
 الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار سے جہاد کا حکم تھا کہ اللہ کی راہ میں کافر سے لڑو جہاد کرو، اس آیہ کریمہ میں فرمایا

جار ہا ہے اگرچہ کافر سے جہاد کا حکم تو ہے مگر جب کبھی کافر اور مسلمان کا کوئی مقدمہ تمہارے ہاں آجائے اور اس مقدمہ میں کافر سچا ہو تو تم سچ کی حمایت کرو اور کافر کے حق میں فیصلہ دو کہ وہ سچا ہے کہ اسلامی عدالت کا وقار رہ سکے، اور حق والے کو حق مل سکے۔

یہ آئیہ کریمہ ایک شخص طعمہ بن ابیرق کے حق میں نازل ہوئی یہ شخص منافق تھا، بُری عادات کا مالک تھا چوری کا عادی تھا۔ ایک مرتبہ اس شخص نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کے گھر سے آٹے کا بھرا تھیلا چوری کیا اور ایک یہودی زید بن سمین کے گھر امانت کے طور پر رکھا گھر والوں نے اس پر شبہ کیا تحقیق کی تو یہ قسم اٹھا گیا کہ اس نے چوری نہیں کی۔ اتفاق سے تھیلا پھٹا ہوا تھا، آٹا گر تا گیا اور یہودی کے گھر تک لوگ پہنچ گئے اور تھیلا برآمد کر لیا یہودی نے سارا واقعہ بتایا یہ تھیلا طعمہ بطور امانت رکھ گیا ہے لوگوں نے گواہی دی کہ واقعی طعمہ کا تھیلا ہے اس نے بطور امانت رکھا ہے یہ مقدمہ بارگاہ رسالت میں پہنچا، طعمہ کے رشتہ داروں نے سخت حمایت کی اور یہودی کو سزا دینے کا مطالبہ کیا کہ چوری اس کے گھر سے برآمد ہوئی ہے اور پھر یہودی نے طعمہ (مسلمان) پر الزام لگایا ہے حضور ﷺ نے فریقین کے بیانات سنے، کوئی خاص فیصلہ نہ فرمایا اور طعمہ کے گواہوں پر کسی قسم کی جرح بھی نہ ہوئی کہ یہودی مجرم ٹھہر چکا تھا، چوری اُس سے برآمد ہو چکی ہے، اس واقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں طعمہ اور اس کے ساتھیوں کی تکذیب کی گئی یہودی اور اس کے گواہوں کی تصدیق کی گئی۔ بارگاہ رسالت ﷺ سے یہ فیصلہ یہودی کے حق میں ہو گیا اور طعمہ کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر ہوا طعمہ یہ فیصلہ سن کر مرتد ہو گیا اور بھاگ کر مکہ چلا گیا کفار سے مل گیا کفار نے اس کا اعزاز کیا مگر چونکہ دربار مصطفیٰ ﷺ کا راندہ ہوا تھا قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ طعمہ نے اپنی بری عادات کے پیش نظر مکہ مکرمہ میں ایک کافر حجاج بن غلاط کے گھر چوری کی اس دوران دیوار سے ایک پتھر گرا جس سے طعمہ زخمی ہو گیا اس کا راز کھل گیا مکہ والوں نے اسے وہاں سے نکال دیا۔ پھر یہ ایک قافلہ سے جا ملا انہوں نے اپنے ساتھ رکھ لیا رات کو اس نے قافلہ والوں کی چوری کی، تو پکڑ لیا گیا، قافلہ والوں نے اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔

ان آیات مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ لوگوں میں فیصلہ فرمانے والے ہیں آپ وہی فیصلہ فرمائیں جو اللہ کی طرف سے آپ کو دیا گیا ہے چوروں کے حامی خیانت کرنے والوں کی حمایت نہ کریں یہ حمایتی لوگ ہیں تو مسلمان اگرچہ طعمہ کی طرفداری کر بیٹھے ان کیلئے دعاء مغفرت کریں اور انہیں آئندہ کیلئے تاکید فرمادیں کہ وہ ایسی حرکت نہ کریں، اللہ تعالیٰ بخشش والا ہے مہربان ہے انہیں بتادیں اللہ تعالیٰ مجرموں کو ناپسند فرماتا ہے۔ محبوب ﷺ آپ حق کا فیصلہ فرمائیں اگرچہ کافر کی حمایت ہو اور کسی کلمہ گو کے خلاف ہو۔ طعمہ کلمہ گو تھا مگر مجرم تھا یہودی کافر تھا مگر حق پر تھا اس لئے یہودی کی حمایت ہو گئی اور طعمہ مجرم ٹھہرایا گیا۔

اسلام عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے سچائی کی راہ بتاتا ہے اسلامی عدالت میں کافر حق پر ہوگا تو وہ کامیاب ہوگا کلمہ گو جھوٹا ہوگا تو مار کھا جائے گا طعمہ کے حمایتیوں کی تکذیب کی گئی ہے کہ وہ جھوٹ کے ساتھی تھے۔ اس آئیہ مقدسہ سے یہ واضح ہے کہ معاملات اور فیصلوں میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو راہ بتاتا ہے اور آپ اس کی بتائی ہوئی راہ پر فیصلے فرماتے ہیں، اور آپ کا ہر فیصلہ حق پر ہوتا تھا کہ وہ فیصلہ اللہ دکھاتا ہے اور حضور ﷺ عمل فرماتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

هَآكَتُمْ هَؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلِ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَمْ مَنْ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسًا لَّمْ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَحْدِثِ اللّٰهُ عَفْوَراً رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ اِثْمًا فَاثْمًا يَكْسِبْهُ عَلٰى نَفْسِهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِيْهِ بَرِيْنًا فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

صِدِّقُ
الْعَظِيْمِ

ہاں تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ان مجرموں کی طرف سے دنیا میں تو جھگڑا کر لیا تو قیامت کے دن کون اللہ سے جھگڑا کرے گا یا کون ان کا حمایتی ہوگا (۱۰۹) اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کر لے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا (۱۱۰) اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور اللہ بہت جاننے والا ہے بڑی حکمت والا ہے (۱۱۱) اور جو شخص کوئی خطایا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے تو بے شک اس نے بہتان باندھا اور کھلے گناہ کا ارتکاب کیا۔ (۱۱۲)

تفسیر

اس ارشاد گرامی میں طعمہ بن ابیرق کی قوم سے تنبیہ فرمائی جا رہی ہے کہ تم طعمہ کی طرف سے جھوٹے معاملہ میں اس کی حمایت کرتے ہو اور دنیا کی زندگی میں اس کے حامی بن رہے ہو، مگر یاد رکھو صرف دنیا کی زندگی ہی تو نہیں برزخی زندگی بھی ہے اخروی زندگی بھی ہے تم اس چھوٹی سی اور معمولی زندگی میں تو جھگڑ رہے ہو، برزخ اور آخرت کی زندگیوں میں کیسے جھگڑا کرو گے؟ تم اپنی زندگیوں کو اچھے پاکیزہ کاموں پر خرچ کرو، قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں جب یہ مقدمہ پیش ہوگا تو پھر رب کی بارگاہ میں انکی حمایت میں کون پیش ہوگا جب تم طعمہ اور اس کے ساتھیوں کی حمایت اللہ کی بارگاہ میں نہیں کر سکو گے تو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں

ان کی حمایت کیوں کرتے ہو؟ قیامت کے دن اُن کا کون کا رساز ہوگا، طعمہ کی حمایت کرنے والوں کو اُن کی بد عملی پر تنبیہ کی جارہی ہے، ”ومن يعمل سوء“ کے ارشاد میں فرمایا جا رہا ہے کہ طعمہ بن امیرق جیسے مجرم و خطا کار کی غلط حمایت بھی جرم ہے مگر جب کوئی شخص برا کام کر لینے کے بعد خلوص دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے تو وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔ اس کے گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں، ایک دن میں سینکڑوں ہوں یا ہزاروں وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ذرات کی شکل میں ہوں یا پہاڑوں کے برابر، بندے کی عجز و انکساری اس کی آہ و زاری ان گناہوں کو بہالے جائے گی، خلوص دل سے توبہ بہت بڑا عمل ہے توبہ میں دل کی شرمندگی ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو، زبان پر استغفار جاری ہو آنکھوں سے ندامت کے آنسو ساتھ دیں۔

۔ موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے
(اقبال مرحوم)

دل کی توبہ کے بغیر صرف زبان پر توبہ توبہ کے الفاظ ہوں، مخلص نہ ہو توبہ توبہ نہیں۔
اگلی آیہ مبارکہ ”ومن یکسب اثما“ میں بھی تمام گنہگار شامل ہیں جس نے بھی گناہ کیا۔ اس میں جان بوجھ کر گناہ کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے اگر گناہ کسی غلطی، بھول یا خطا سے سرزد ہو جائے تو وہ اس میں شامل نہیں ایسے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آیہ مقدسہ سے واضح ہو رہا ہے کہ جو کوئی شخص گناہ کرے چھوٹا ہو یا بڑا وہ گناہ اس کی ذات پر ہی پڑے گا یہ یاد رہے گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ صغیرہ گناہ نیکوں سے معاف ہو جاتا ہے کسی کے گناہ کا وبال کسی دوسرے کے سر نہیں بلکہ اسی پر ہی ہوگا۔

”ومن یکسب خطیئة“ تیسرے طبقہ کے گنہگاروں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو خود جرم کرتے ہیں اور پھر دوسرے کے ذمہ لگا دیتے ہیں، یہاں بھی گناہ سے مراد چھوٹا ہو یا بڑا، گناہ خود کر کے الزام دوسرے پر لگانا ایسے ہی ہے جیسے کسی دوسرے کو تیر مارنا ہے۔ چوری طعمہ نے کی الزام یہودی پر لگایا گیا ایسے کردار کو

قرآن مقدس نے بہت بڑا بہتان فرمایا اور کھلا گناہ قرار دیا ہے۔

ان تینوں آیات مبارکہ میں تین قسم کے مجرموں کا ذکر ہے، پہلا گروہ جو گناہ کر کے توبہ کر لے، دوسرا گروہ جو گناہ کرے اور توبہ نہ کرے، تیسرا گروہ وہ جو گناہ کر لے اور پھر الزام گناہ دوسرے پر عائد کرے (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ
 مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ
 وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ
 الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ
 فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

(اے رسول مکرم) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان کی ایک جماعت آپ کو گمراہ کرنے کا قصد کر لیتی اور وہ صرف اپنے کو گمراہ کر رہے ہیں، آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔ (۱۱۳)

تفسیر

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے رسول مکرم ﷺ پر عظیم کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر آپ پر اللہ کا عظیم فضل نہ ہوتا تو وہ لوگ جو طعمہ بن ابیرق کی غلط حمایت کا فیصلہ کر چکے تھے وہ آپ سے غلط فیصلہ کرانے کا ارادہ کر چکے تھے مگر تجھ پر اللہ کا فضل ہوا، جب اس کا کرم تیرا دستگیر ہو تو پھر کون ہے جو تجھے غلط راہ پر ڈال سکے؟ انہوں نے ایسا خیال کر کے اپنا ہی نقصان کیا ہے، تیرا تو کچھ نہیں بگاڑ سکے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ پر فضل اور عنایات کی تفصیل اس طرح فرمائی گئی کہ آپ پر کتاب اتاری گئی، آپ کو حکمت دی گئی اور آپ کو وہ کچھ سکھا

دیا گیا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے اور یہ بہت بڑا فضل ہے۔

فضل سے مراد نبوت ہے اور رحمت سے مراد مسلسل وحی کا آتے رہنا ہے یا فضل اللہ سے مراد قرآن کریم کی عطا ہے اور رحمت سے مراد حدیث پاک ہے یا فضل سے مراد قرآن پاک کے الفاظ عطا کرنا ہے اور رحمت سے مراد قرآن پاک کے اسرار و رموز عطا فرمانا ہے یا فضل سے مراد نبوت اور رحمت سے مراد حضور ﷺ کو معجزات و کمالات کا عطا فرمانا ہے، یا فضل سے مراد حضور ﷺ کو بے پایاں علوم کا عطا فرمانا ہے اور رحمت سے مراد آپ کو استقامت کا بخشنا ہے۔ نبوت کسی شئی نہیں کہ محنت، عبادت سے مل جائے البتہ بعض انبیاء کو نبوت ملنے میں کسی نبی کی دعا کا واسطہ ملتا ہے مگر حضور ﷺ کو نبوت عطا فرمانے میں کسی قسم کا ایک عمل نہیں وہ محض عطا ہی عطا ہے۔ اس مناسبت سے حضور ﷺ کی نبوت کو رحمت کے لفظ سے نوازا نہایت ہی حسین انداز ہے۔ ”لہمت طائفہ“ سے مراد یہ ہے کہ طعمہ کی حمایت کرنے والے جھوٹی گواہی دے کر طعمہ کو چھوڑانے اور یہودی کو پھنسانے کیلئے آپ سے غلط فیصلہ کروانا چاہتے مگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نے آپ کی دستگیری کی اور وہ ناکام ہوئے۔ حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا گیا ہے محبوب! اگر آپ پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو یہ لوگ آپ کو دھوکا دے دیتے کہ ایک گروہ دھوکا دینے کا ارادہ کر چکا تھا، مگر اللہ تعالیٰ تو آپ کو علوم خفیہ سے نوازا رہا ہے آپ نے اس کی عطا سے معلوم کر لیا اور ان کے دھوکے میں نہ آئے۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک پر کئی انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔ خصوصی فضل و کرم کا ہونا، آپ پر کتاب کا اتارنا، حکمت سے نوازا، علوم غیبیہ پر مطلع فرمانا، لوگوں کے دھوکہ میں نہ آنا اور آپ کو کسی کا نقصان نہ پہنچا سکنا۔ آیت پاک کے آخر میں ”وکان فضل اللہ“ کا فرمانا، آپ کے ہمیشہ فضل الہی میں رہنے کی طرف اشارہ ہے جیسے ”کان اللہ علیما حکیم“ میں اللہ کی حکمت اس کا علم ہمیشہ اس کی ذات کے ساتھ ہے ایسے اللہ کا فضل ہمیشہ حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہے، آپ پر اللہ کے فضل و کرم کا ظہور قیامت تک ہوتا رہے گا قیامت کے دن بھی نمایاں ظہور ہوگا۔ جب آپ سے کہا جائے گا ”سل

”تعطی“ جو چاہو مانگو دیا جائے گا ”اشفع تشفع“ سفارش کیجئے قبول ہوگی۔ آپ کا مقام محمود پر جلوہ گر ہونا، جنت میں درختوں کے ہر پتے ہر حضور ﷺ کا اسم گرامی لکھا ہونا، پل صراط پر ”رَبِّ سَلَم“ کی صدا کا بلند فرمانا، حوض کوثر پر نوا زنا، آپ کی آمد پر جنت کا دروازہ کھلنا وغیرہ وغیرہ بے شمار فضائل و کمالات ہیں جو اللہ نے عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 لَکْخِیرَ فِی کَثِیْرٍ مِّنْ حُجُوْبِهِمْ اَلَا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ
 اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ لِّیْنِ النَّاسِ ثُمَّ مَنْ یَفْعَلْ
 ذٰلِکَ اَتٰیْنَا مَرْضٰتِ اللّٰهِ فَنُؤْتِیْہِ اَجْرًا
 عَظِیْمًا ۝۱۱۳

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی
 نہیں سوا اُس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا
 نیکی کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا
 اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے یہ کام کرے
 تو عنقریب ہم اُسے اجر عظیم عطا کریں گے (۱۱۳)

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایسے باہمی مشوروں اور خفیہ رازوں کو فضول بے فائدہ فرمایا جا رہا ہے جن میں آخرت کی سوچ اور انجام پر غور نہ ہو۔ ہاں ایسے مشوروں اور سرگوشیوں میں کوئی خیر کی چیز ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دیں یا نیکی کا حکم کریں یا لوگوں میں صلح کرانے کا مشورہ دیں۔ ”معروف“ بھلائی کے معنی میں ہے اس کے مقابلہ میں لفظ ”منکر“ ہے معروف کے معنی میں ہر وہ کام جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور منکر ہر وہ کام ہے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہو، امر بالمعروف ہر نیکی کے حکم اور ترغیب کو شامل ہے، مظلوم کی امداد کرنا حاکماتوں کو قرض دینا، کسی کو سیدھی راہ بتانا یہ سب امر بالمعروف میں شامل ہیں۔

صلح کرانے کی فضیلت میں حضور ﷺ کے کئی ارشادات ملتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا

کام نہ بتاؤں جس کا درجہ روزہ، نماز، صدقہ سے افضل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی فرمائیں یا رسول اللہ (ﷺ)، آپ ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کے درمیان کوئی رنجش ہو جائے تو اس کو دُور کر کے آپس میں صلح کرانا اور فساد کو ختم کرنا ہے ایک اور حدیث شریف میں فرمایا ”فساد ذات البین ہی الحالِقہ“ لوگوں کا آپس میں جھگڑا مونڈ دینے والی چیز ہے، پھر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی جھگڑا سر کو نہیں مونڈتا انسان کے دین کو مونڈ دیتا ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا، نیکیاں، صدقہ خیرات، لوگوں میں اصلاح اس وقت معتبر ہیں جب ان کو اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کیا جائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
اور جو شخص مخالفت کرے رسول (ﷺ) کی اس کے بعد کہ اس کیلئے ہدایت واضح ہو گئی اور مومنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے تو ہم اُسے پھرنے دیں گے وہ جدھر پھرا اور اُسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ بہت بڑی پلٹنے کی جگہ ہے۔ (۱۱۵)

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْبٰلِغِيْنَ تُوَلِّهِ مَا تَوَلٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمُ وَاَسَءَتْ مَصِيْرًا ۝
اللّٰهُ صَدِّقُ الْعٰظِمٰتِ

تفسیر

اگرچہ یہ آیہ مبارکہ طعمہ بن ابیرق کے حق میں نازل ہوئی جو کلمہ پڑھ کر مرتد ہو گیا تھا مگر اس سے مراد ہر انسان ہے کہ الفاظ میں عموم واضح ہو رہا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کی مخالفت سبھی کیلئے عذاب کا سبب ہے عبادات کے اندر کچھ لوگ کسی وقت مستثنیٰ ہو جاتے ہیں، مثلاً غریب آدمی پر حج نہیں، حیض والی پر نماز نہیں مگر حضور ﷺ کی اطاعت ہر ایک پر، ہر لمحہ لازم ہے۔

اس آیہ کریمہ سے دو چیزوں کا عظیم جرم ہونا بیان فرمایا گیا ہے پہلا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کفر ہے

دوسرا ارشاد ہے جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا اس سے واضح ہو رہا ہے اجماع امت دلیل ہے یعنی جس کام پر امت مسلمہ کا اتفاق ہو جائے اس پر عمل کرنا لازم ہے، اور اس کی مخالفت عظیم گناہ ہے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ اجماع امت کے تحت ہونے کی دلیل کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے قرآن پاک سے معلوم کرنے کیلئے قرآن پاک کو کئی بار پڑھا، آخر یہی آیت ذہن میں آئی جب یہ آیہ مبارکہ علماء کے سامنے پیش کی تو انہوں نے میرے اس موقف کو تسلیم کیا کہ اجماع کے دلیل ہونے پر یہ دلیل کافی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا جو شخص حضور ﷺ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے متفقہ راستہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کرے تو ایسے لوگوں کیلئے دوزخ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ
 ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ
 ضَلَالًا بَعِيدًا
 بے شک اللہ تعالیٰ اس (جرم) کو نہیں بخشتا کہ
 اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس
 کے علاوہ جتنے گناہ ہوں بخش دیتا ہے جس کیلئے
 چاہتا ہے اور جو کوئی اللہ کے ساتھ (کسی کو)
 شریک ٹھہرا دے وہ گمراہ ہوا اور گمراہی میں دور
 نکل گیا۔ (۱۱۶)

اللہ
 صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

یہ آیہ مبارکہ شرک کی مذمت میں اُس کا عظیم گناہ ہونا بتاتی ہے، شرک کی تین مشہور صورتیں ہیں جنہیں شیخ قرطبی کے حوالہ سے علماء نے بیان کیا ہے۔

☆ شرک کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی انسان، جن، درخت، پتھر کو الہ تسلیم کرے یہ شرک عظیم ہے

☆ شرک کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کر سکتا ہے۔

☆ شرک کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی کو عبادت میں شریک کرنا اور یہ ریا ہے۔
 دوسری جگہ پر ”شرک ظلم عظیم“ فرمایا گیا ہے اس جرم کی بخشش نہیں کہ یہ عمل رب قدوس جل مجدہ کے خلاف کھلی بغاوت ہے جو قابل معافی نہیں اس کی حکومت اس کی بادشاہی میں کسی اور کو شریک بنانا اُسے قادر مطلق ماننے کے منافی ہے ہاں اگر کوئی مشرک شرک سے تائب ہو کر توحید خداوندی کو دل سے مانے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

اس آیہ مبارکہ کے نزول کا سبب یہ ہوا، سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بوڑھا آدمی حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں عمر بھر گناہوں میں گرفتار رہا مگر جب سے میں اللہ پر ایمان لایا اس کا کوئی شریک نہیں ٹھہرایا، میں نے گناہ تو کئے مگر اللہ پر دلیری کر کے نہیں غلطی سے کئے، میرے دل میں کبھی یہ وہم بھی نہ گذرا کہ میں اللہ کی گرفت سے بچ سکتا ہوں، میں اب توبہ کرتا ہوں اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوں اس موقع پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اس کی مغفرت کی بشارت دی گئی (تفسیر خازن، روح البیان)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِىَ إِلَّا إِنشَاءٌ وَإِنْ يَدْعُونَ
إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تُخْذَلْ
مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۖ وَلَا خِصْلَتُهُمْ وَ
لَا مِئِينَتُهُمْ وَلَا مَرْنُهُمْ فَلْيَبْكِكُنْ إِذَا نَالَ الْغَاوِمُ
وَلَا مَرْمَرَهُمْ فَلْيَغْزِرْ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّخِذِ
الشَّيْطَانَ وَلِيًّا فَمِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا
كَبِيرًا

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

(یہ مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں (۱۱۷) اللہ نے اس پر لعنت کی اور (شیطان) نے کہا میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا (۱۱۸) اور مجھے قسم ہے میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) خواہشات ڈالوں گا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ موسیٰیوں کے کان چیر ڈالیں گے اور میں اُن کو ضرور حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا دوست بنا لیا تو وہ واضح طور پر نقصان میں مبتلا ہو گیا۔ (۱۱۹)

تفسیر

مشرکین جو خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرتے ہیں وہ تو صرف عورتوں کو ہی معبود بناتے ہیں کہ انہوں نے عورتوں کے ناموں پر بت بنا رکھے ہیں لات، منات، عزی، سیاف اور نائلہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ مونث ہیں۔ اگر کوئی بت کسی مرد کے نام پر بھی ہے تو اُسے زیور سے سجا بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں یہ کفار و مشرکین دراصل ان بتوں کی پرستش میں شیطان ہی کی پرستش کرتے ہیں جب یہ پرستش کرتے ہیں تو شیطان ان بتوں کے قریب ہوتا ہے اور شیطان ہی پوجاری ہوتے ہیں اور شیطان تو بارگاہ

خداوندی سے راندہ ہوا ہے اور وہ رب کا سرکش و نافرمان ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور شیطان انسان کا ایسا بدترین دشمن ہے اس نے مردود ہوتے وقت متکبرانہ انداز میں بارگاہ قدس میں کہا تھا میں انسانوں میں سے اپنا حصہ الگ کر لوں گا اور وہ تیرے بندوں سے الگ ہو جائیں گے انہیں عقائد میں گمراہ کروں گا ان کے خیالات میں ہوس ڈالوں گا جس سے گناہ کی طرف ان کا میلان ہو گا اور برے کاموں کی تعلیم دوں گا جس سے وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کانوں کو چیرا کریں گے اور انہیں یہ بھی تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑا کریں گے جیسے جسم پر جانوروں کی شکلیں بنوانا، نقش و نگار گندوانا، مخلوق میں تبدل و تغیر کا یہ معنی زیادہ واضح ہے کہ قدرت نے جس چیز کو جس کام کیلئے بنایا ہے اس کے خلاف اس سے کام لیا جائے ہر وہ کام جو منشاء فطرت کے خلاف ہو وہ شیطان کی گمراہی کا نتیجہ ہے مثلاً عورتوں کو ضبط ولادت کی راہ پر چلانا، حقوق العباد کو ترک کر کے یہود کی طرف رہبانیت کی راہ پر چلانا، یہ ساری صورتیں شکلیں بگاڑنے کی ہیں اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے گا وہ شخص واضح طور پر کھلے نقصان میں واقع ہوگا۔

اس آئیہ مبارکہ میں جانوروں کے کان چیرنے کا ذکر فرمایا گیا اس میں اہل عرب کے ایک توہماتی عقیدہ کی طرف اشارہ ہے انہوں نے یہ ضابطہ بنا رکھا تھا، اونٹنی جب پانچ بچے جن لیتی تو اس کے کان چیر کر اُسے کسی بت کے نام پر چھوڑ دیتے اس سے کام لینا حرام سمجھتے۔ اسی طرح کسی اونٹ کے نطفہ سے دس بچے ہو جاتے تو اس کا بھی کان چیر کر کسی بت کے نام پر چھوڑ دیتے، کان چیرنا یہ نشان تھا کہ یہ بت کے نام پر چھوڑا گیا جانور ہے۔

اس آئیہ مبارکہ میں شیطان کے اس دھوکے کا بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ غلط اُمیدیں دلاتا ہے جھوٹے وعدوں پر چلاتا ہے، سبز باغ دکھا کر حق کی راہ سے ہٹاتا ہے، مکر کر اُٹھنے اور حساب کتاب دینے کے عقیدہ سے بھی منحرف کرتا ہے، اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بندہ اس کا تابع ہو کر رہ جائے اور خدائے قدوس سے دور ہٹ جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وہ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور ان کے دلوں میں آرزوئیں ڈالتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہیں (۱۲۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ اس سے نکلنے کی جگہ نہیں پائیں گے۔ (۱۲۱)

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۚ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَخْرُجُونَ عَنْهَا حَتَّىٰ يَمُوتُوا ۖ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں شیطان کے غلط وعدے کرنے اور دھوکہ دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ غلط اُمیدیں دلاتا ہے، جھوٹے وعدوں پر چلاتا ہے، سبز باغ دکھا کر حق کی راہ سے ہٹاتا ہے، مکر کر اُٹھنے اور حساب و کتاب کے عقیدے سے منحرف کرتا ہے۔ ”ویمنیہم“ ان کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں ڈالے گا ایک معنی یہ ہے کہ توبہ و استغفار کرنے میں تاخیر کراتا رہے گا ایک قول یہ بھی ہے کہ کہے گا آخرت میں ہمیں بہت بڑا اجر ملے گا ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ ان کی آرزوؤں کو ان کیلئے حسین بنا دے گا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو پیدا کرے گا کہ نہ جنت ہے نہ دوزخ، نہ حشر ہے نہ نشر، اور شیطان کے یہ سب وعدے جھوٹ اور دھوکہ ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ اس سے نکلنے کی جگہ نہیں پائیں گے۔ شیطان کی ان حرکات کا ذکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ لوگ خواب غفلت سے جاگیں اور آنکھیں بند کر کے شیطان کے پیچھے نہ چلیں اس کی اتباع سے بچیں اور اپنی عاقبت کو برباد نہ کریں، اس کی اطاعت ایسے عذاب میں ڈال دے گی جس سے نکلنا محال ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ
قِيلًا ۚ لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ
مَنْ يَعْمَلْ سُوًّا يُجْزَيْهِ وَلَا يُجَدِّلْ لَهُ مِنْ دُونِ
اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۚ

صَلَّى
الْعِظَمِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام
کئے ہم انہیں عنقریب ان جنتوں میں داخل کریں
گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور وہ ان میں
ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا
قول ہے (۱۲۲) (اللہ کا وعدہ) نہ تمہاری آرزوں
پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشات پر، جو
شخص کوئی برا کام کرے گا اُسے اس کی سزا دی
جائے گی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنے لئے نہ
کوئی حمایتی پائے گا نہ کوئی مددگار (۱۲۳)

تفسیر

ایمانداروں سے کہا جا رہا ہے کہ جنت کی عطا باغ و بہار کا بخشا، اس کا انحصار ایمان پر ہے اور تقویٰ پر ہے،
اعمال صالح اپناؤ، جنت کا جو تم سے وعدہ ہے وہ ایمان اور اعمال صالح کی بناء پر ہوگا ایسا نہیں کہ روکچھ بھی
نہ اور جنت کا استحقاق بتاؤ۔ یہود نے غلط دعویٰ کیا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں ہمیں آگ نہیں جلائے گی
مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر نہ چلنا بربادی ہوگی حضور ﷺ سے دعویٰ محبت کے
ساتھ ضروری ہے کہ اعمال صالح بھی ہوں اور نیکی میں سستی نہ ہو۔

یہود و نصاریٰ سے یہی وضاحت ہے کہ یہ نہ سمجھ لیں موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ہیں تو
بس کامیابی ہے، بخشش ہے اور عذاب نہیں ہوگا یہ سب خیالات ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، کفار و مشرکین
قیامت میں اپنا کوئی حامی مددگار نہیں پائیں گے۔ گنہگار مسلمانوں کو ان کی بد عملی کی سزا کے بعد ان انعامات
سے نوازا جائے گا۔ ”آمنوا و عملوا“ کی ترتیب سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مرکزیت ایمان کو

حاصل ہے، ایمان ہے تو عمل صالح معتبر ہے ورنہ نہیں۔ ہاں ایمان کے ساتھ اچھے کاموں کا ہونا بھی بڑا ضروری ہے، ایمانداروں سے خدائے قدوس کا وعدہ ہے کہ وہ آخرت میں انہیں جنت دے گا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا کون ہو سکتا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا: یہود نے کہا مسلمانوں ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام تمہارے نبی سے پہلے آئے ہیں اور افضل ہیں تو رات تمہارے قرآن سے پہلے ہے ہمارا قبلہ بیت المقدس تمہارے قبلہ کعبہ سے پہلے ہے لہذا ہم بہر حال جنتی ہیں۔ عیسائیوں نے بھی اسی قسم کا استدلال کیا کہ وہ جنتی ہیں مسلمانوں نے ان دونوں گروہوں کو جواب دیا کہ ہمارے رسول پاک افضل و اعلیٰ ہیں سب نبیوں کے خاتم ہیں اور ہمارا قبلہ کعبہ بیت المقدس سے افضل ہے۔

اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، بخشش تمہاری اور اہل کتاب کی خواہشات پر مبنی نہیں جنت کا جو تم سے وعدہ ہے وہ ایمان اور اعمال صالح کی بناء پر ہوگا ایسا نہیں کہ کرو کچھ بھی نہ اور جنت کا استحقاق بتاؤ، یہود نے غلط دعویٰ کیا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں ہمیں آگ نہیں جلانے گی، مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر نہ چلنا بربادی ہوگی، حضور ﷺ سے دعویٰ محبت کے ساتھ ضروری ہے کہ اعمال صالح بھی ہوں اور نیکی میں سستی نہ ہو جو برے عمل کرے گا اُسے سزا دی جائے گی اور اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی نہیں پائے گا۔ اس آیہ کے اترنے پر مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی کہ جب برائی کا بدلہ ملنا ہے تو ہم میں سے بخشا کون جائے گا؟ ہم سب سے برائی ہوتی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہی سوال لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر! تم اور سارے مسلمان دنیاوی تکالیف برداشت کرنے کی وجہ سے پاک صاف ہو کر دنیا سے جاؤ گے۔ (خازن)

نیکیوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں قرآن مقدس فرماتا ہے ”ان الحسنات يذهبن السيئات“ نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں توبہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں مسلمان تائب ہوتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنے فضل سے معاف فرما دے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أُولَٰئِكَ
 هُمُ الْمُؤْمِنُونَ فَلَوْلَكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ
 نَقِيرًا ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا فَرَسْنَا أَسْلَمَ وَجْهَهُ
 لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ رِيسَ تَرْتِيبِهِمْ حَنِيفًا
 وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ وَاللَّهُ مَعَ السَّادِقِينَ
 وَمَعَ فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا

اللہ
 صِدِّقِ
 الْعَظِيمِ

اور جس نے اچھے کام کئے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ذرہ بھر بھی ان پر ظلم نہ ہوگا (۱۲۴) اور کون بہتر ہے دینی لحاظ سے اس شخص سے جس نے اپنا چہرہ اللہ کیلئے جھکا دیا اور وہ احسان کرنے والا اور اس نے ملت ابراہیمی کی اتباع کی اس حال میں کہ وہ ہر باطل سے منہ موڑے ہے، اور ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ نے دوست بنالیا ہے (۱۲۵) اور اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔ (۱۲۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا جو برے کام کرے گا اُسے سزا دی جائے گی اس آیہ مبارکہ میں ہے جو اچھے کام کرے گا اُسے جزا دی جائے گی، کوئی بھی انسان مرد ہو یا عورت جو بھی اچھے کام کرے گا اس کی جزا یہ ہے کہ قیامت کے دن جنت عطا ہوگی اور اس کی جزا کسی طرح بھی کم نہیں ہوگی، کام تو اس کا بڑا ہو لیکن جزا کم ملے، قطعی طور پر ایسا نہیں بلکہ تل کے برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔ غور و فکر سے سوچو اس سے زیادہ اچھا دین والا اور کون ہے، جس کے اعمال بھی اچھے ہوں عقیدہ بھی درست ہو دین ابراہیمی یعنی اسلام کا پیرو کار ہو برائی سے دور رہے، ملت ابراہیمی ہمارے ہاں بہت مقبول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا، پیارا بنایا لہذا جو اُس پیارے کے دین کا تابع ہوگا اللہ کو پیارا ہوگا۔

”حنیف“ وہ ہے جس نے ہر طرف سے منہ موڑا اور اللہ کی طرف مائل ہو گیا، اس آئیہ کریمہ میں ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا گیا، ”خلیل“ کا لفظ اس محبوب پر بولا جاتا ہے جس کے دل میں محبوب کی محبت اس قدر گھر کر جائے کہ کسی اور کی محبت کی قطعی گنجائش ہی نہ رہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بارگاہ قدس سے خلیل کا لقب عطا ہوا آپ نے اللہ کی راہ میں بے شمار قربانیاں دی ہیں، چاند تاروں کی عبادت کرنے والوں سے ٹکر لی، آگ میں ڈالے گئے، دین کیلئے لمبا سفر کیا، بیٹے کو ذبح کیلئے تیار ہو گئے، اپنے مال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا، وادی غیر ذی ذرع میں اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو چھوڑا یہ ساری مشکلات و مصائب ان کے سامنے تھیں مگر رب قدوس سے اپنے تعلق کو کمزور نہیں ہونے دیا۔ بارگاہ قدس سے خلیل کا لقب عطا ہوا۔

ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ایک حدیث پاک ہے، ایک موقع پر صحابہ کے اجتماع میں انبیاء علیہم السلام کی عظمتوں کا ذکر چھڑ گیا کسی نے کہا اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، کسی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا کسی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اس کے کلمہ ہیں، کسی نے کہا آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا اسی دوران حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا میں نے باتیں سنیں بے شک آدم صفی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ کلیم اللہ ہیں سنو! میں حبیب ہوں، اور فخر نہیں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھوں میں ہوگا، فخر نہیں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، فخر نہیں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، فخر نہیں اللہ میرے لئے جنت کو کھولے گا اور مومنین میرے ساتھ داخل ہوں گے فخر نہیں اولین آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں فخر نہیں۔ (ترمذی شریف)

صاحب روح المعانی نے ایک عظیم بات فرمائی اللہ تعالیٰ نے جو اپنے محبوب پاک ﷺ کو انعام محبوبیت بخشا ہے وہ ملت ابراہیمی سے بہت بلند دیا ہے۔ آئیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا زمین و آسمان کی ملکیت اُسی کی ہے اُسے کسی کی پرواہ نہیں وہ ہر شے پر محیط ہے۔ کہیں کسی کے ذہن میں یہ نہ آجائے کہ اس نے ابراہیم علیہ

السلام کو خلیل بنایا ہے تو اس کی اُسے کوئی ضرورت تھی، نہیں ایسا نہیں معاذ اللہ وہ بے نیاز ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ
وَمَا يَنْبَغِي عَلَيْكُمْ فِي الذِّكْرِ فِي يَتَمَّى النِّسَاءِ
الَّتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ
أَنْ تُنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَظْعِمِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ
وَأَنْ تَقُولُوا لِيَا يَتَمَّى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا
مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

آپ سے عورتوں کے بارہ میں حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہتے اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق حکم دیتا ہے اور وہ احکام بھی جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جارہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کیلئے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق بھی (حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے (۱۲۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا ہے، جو تمہارا مالک ہے، حاکم ہے اس کا قانون بھی مانو، اتباع کرو، فرمایا گیا اے محبوب! آپ سے لوگ بیوہ عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارہ میں پوچھتے ہیں ان کے حقوق کیا ہیں فرمادیجئے ان کے متعلق اللہ تمہیں حکم دے رہا ہے یہ فتویٰ یتیم بچیوں کے بارہ میں ہے جنہیں ان کا شرعی حق میراث نہیں دیا جاتا اور لوگ خود کھا جاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن جبیر سے روایت ہے زمانہ جاہلیت میں میت کی میراث اس کے چھوٹے بچوں اور بیویوں کو نہیں ملتی تھی۔

تفسیر روح البیان میں ہے حضرت عیینہ ابن حصین نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ تو

میت کی میراث سے بیٹی اور بہن کو بھی نصف دیتے ہیں ہم تو صرف بالغ مردوں کو ہی دیا کرتے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے ایسے ہی حکم دیا ہے تب یہ آیہ پاک اُتری۔ عربوں کا وہ رویہ جو عورتوں اور یتیم بچوں سے تھا، اس سلسلہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ جو حکم تمہیں اللہ کی طرف سے ملا ہے بلا چون و چرا مانو اور ان کے جو حقوق مقرر کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی میں سستی نہ کرو۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ یتیم بچیوں کے ساتھ ظلم اس طرح کرتے تھے اگر بچی خوبصورت ہے یا صاحب مال ہے تو خود نکاح کر لیتے اور اگر وہ خوبصورت نہیں تو پھر اس کی شادی ہی نہ کی جاتی کہ اس کے حقوق کا مطالبہ کرنے والا ہی کوئی نہ ہو، اگر وہ نہ خوبصورت ہے نہ مال دار ہے تو پھر اُسے اپنی مرضی سے کہیں نکاح میں دے دیا جاتا اور اس کا حق مہر ولی خود وصول کر لیتا۔ اس ارشاد گرامی میں ان تمام چیزوں کی ممانعت کر دی گئی ہے آخر میں فرما دیا گیا ہے اگر تم یتیم بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے اور ان کے مالوں کی حفاظت کرو گے تو اگرچہ وہ تمہیں تمہارے ان احسانات کا بدلہ نہ دے سکیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی عظیم جزا دے گا وہ علیم ہے خبیر ہے کہ تم کیا کر رہے ہو کس نیت سے کر رہے ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَلِإِن أَمْرًا خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ
إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا
صُلْحًا وَالْصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحْرَ
وَلِإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرًا

ﷺ
الْحَقُّ
الْعَظِيمُ

اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے زیادتی یا روگردانی کا خوف کرے تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہی ہے، اور جانوں میں بخل رکھا گیا ہے اور اگر تم احسان کرو اور پرہیزگار بنو تو بے شک اللہ تمہارے کئے سے اچھی طرح باخبر ہے۔ (۱۲۸)

تفسیر

یہ آیہ مبارکہ گھریلو جھگڑوں کے سلسلہ میں وافی ہدایت ہے، گھروں میں کبھی نہ کبھی تلخ کلامی، جھگڑا ہو جاتے ہیں یہ ایسی چیزیں ہیں اگر ان پر قابو نہ پایا جائے تو میاں بیوی کی زندگی مصیبت بن جاتی ہے بلکہ بعض اوقات یہ گھریلو جھگڑے قتل و غارت تک پہنچا دیتے ہیں۔ قرآن مقدس ایسا اصول فرماتا ہے کہ میاں بیوی کی زندگی امن کی گزرے اور یہ گھر تلخیوں جھگڑوں سے بچا رہے اگر غیر اختیاری طور پر میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو جائیں جس کے باعث حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے گی جیسے بیوی کے بڑھاپے یا کسی دائمی بیماری یا اس کی بد صورتی کے سبب شوہر اس سے دور رہتا ہے تو قرآن مقدس نے اس کا حل فرمایا ہے کہ بھلائی سے بیوی کو رکھا جائے یا طلاق ہو جائے۔

اس آیہ کریمہ میں مصالحت کی طرف اس طرح احساس دلایا گیا ہے کہ ”واحضرت الانفس الشح“ حرص تمام نفوس کے سامنے ہے، عورت سمجھتی ہے اُسے طلاق ہوگی اس کی زندگی برباد ہوگی اور بچے پریشان ہوں گے اور شوہر یہ لالچ رکھتا ہے کہ اگر بیوی حق مہر چھوڑ دے یا دوسرے حقوق کے مطالبہ سے دست بردار ہو جائے تو مصالحت با آسانی ہو سکتی ہے، ایسی صورت میں فرمایا گیا کہ اگر عورت اپنے شوہر سے لڑائی جھگڑے کا خطرہ سمجھے تو اسمیں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں خاص شرائط پر صلح کر لیں کہ فریقین اپنے اپنے کچھ مطالبات چھوڑ کر کوئی درمیانی راہ نکال لیں، ”ان یصلحا بینہما“ میں اشارہ ہے کہ میاں بیوی دونوں آپس میں کسی صورت پر مصالحت کر لیں یہ بہتر ہے کہ کوئی تیسرا مداخلت نہ کرے تاکہ ان کے خفیہ راز، خفیہ معاملات کسی تیسرے تک نہ پہنچیں۔

آیہ پاک کے آخر میں مردوں کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ حوصلہ، ہمت، اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کریں اور اپنی ناپسند بیوی سے حسن سلوک کریں اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرتے رہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں گھریلو جھگڑوں، خاندانی تنازعات میں صلح کا درس دیا گیا ہے جو زندگی کو بہتر بنانے میں، بہترین

حل ہے صلح کیلئے ایسی شرائط ہوں جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہوں کسی حرام کو حلال جانے پر صلح نہ ہوگی شریعت کے کسی ضابطہ سے ٹکراؤ نہ ہو۔ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا وہ ارشاد گرامی واضح ہے جسے تفسیر مظہری نے حاکم کے ذریعہ کثیر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے ”مسلمانوں کے درمیان ہر طرح کی مصالحت جائز ہے بجز اس صلح کے جس میں حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرایا گیا ہو مسلمانوں کو اپنی شرائط پر قائم رہنا چاہئے، سوا ان شرائط کے جن کے ذریعہ کسی حلال کو حرام قرار دیا گیا ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو جس بیوی سے تمہیں رغبت نہ ہو اس سے بالکل اعراض نہ کرو کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکتی رہے اور اگر تم صلح کر لو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو، بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے (۱۲۹) اور اگر خاوند اور بیوی الگ الگ ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔ (۱۳۰)

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَدْرُوا مَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعْيِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا

اللہ
الصادق
العظیم

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں بیویوں سے عدل و انصاف کے سلسلہ میں شوہروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم بیویوں میں پورا پورا انصاف کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ایسا نہ کرو کسی ایک بیوی کی طرف پورا میلان رکھو اور دوسری کو نظر انداز کر دو، اس کی حالت یہ ہو کہ وہ درمیان میں لٹکتی ہوئی صورت کی نہ ہو کہ شوہر کی بے رغبتی

سے وہ بیوی کی حیثیت سے بھی محروم اور طلاق نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی آزادی سے دور۔ شوہروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ صلح بہتر ہے پر ہمیز گار بنو۔ ”اللہ غفور ہے رحیم ہے“ اگر دونوں میاں بیوی الگ الگ ہو جائیں تو اللہ ان دونوں کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا، اللہ وسیع بخشش والا ہے، حکمت والا ہے، روح البیان نے اس آیہ کے تحت لکھا ہے حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں اس قدر انصاف فرماتے کہ سفر پر بھی جانا ہو تو قرعہ اندازی فرماتے جس کا نام نکلتا انہیں ساتھ لے جاتے۔ قدرتی طور پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلی میلان زیادہ تھا جسے عدل کے خلاف نہیں کہا جاسکتا اور یہ محبت غیر اختیاری تھی، بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں یا اللہ جو میرا معاملہ ہے، اس میں برابری کرتا ہوں، جو تیرے قبضہ میں ہے اس پر ناراضگی نہ فرمانا (یعنی دلی میلان) حضور ﷺ کی تائید اور مسلمانوں کی تعلیم کے لئے یہ حکم نازل ہو گیا۔ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہ کرنے والے کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے جس کی دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوگا۔

(ترمذی شریف)

آیہ کے آخر میں فرمایا گیا اگر میاں بیوی کے حالات ٹھیک نہ ہوں مصالحت کی صورت نہ ہو سکے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں، اللہ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا بہتر ذریعہ عطا فرمائے گا، عورت کو مرد سے غنی فرما دے گا بہتر خاوند عطا فرماوے گا۔ اللہ وسعت والا ہے حکمت والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لکھا ہے حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں اس قدر انصاف فرماتے کہ سفر پر بھی جانا ہو تو قرعہ اندازی فرماتے جس کا نام نکلتا انہیں ساتھ لے جاتے۔ قدرتی طور پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلی میلان زیادہ تھا جسے عدل کے خلاف نہیں کہا جاسکتا اور یہ محبت غیر اختیاری تھی، بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں یا اللہ جو میرا معاملہ ہے، اس میں برابری کرتا ہوں، جو تیرے قبضہ میں ہے اس پر ناراضگی نہ فرمانا (یعنی دلی میلان) حضور ﷺ کی تائید اور مسلمانوں کی تعلیم کے لئے یہ حکم نازل ہو گیا۔ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہ کرنے والے کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے جس کی دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوگا۔ (ترمذی شریف)

آیہ کے آخر میں فرمایا گیا اگر میاں بیوی کے حالات ٹھیک نہ ہوں مصالحت کی صورت نہ ہو سکے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں، اللہ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا بہتر ذریعہ عطا فرمائے گا، عورت کو مرد سے غنی فرما دے گا بہتر خاوند عطا فرما دے گا۔ اللہ وسعت والا ہے حکمت والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(یہ صفحہ پچھلی فائل کے آخر میں موجود ہے)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَقَدْ
 وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰنَا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِذْ اَكُنْ
 اَنْ تَقُوْا اللّٰهَ وَلَنْ تُكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
 وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝۱۰
 لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰ
 بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۱۱

اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور
 زمینوں میں ہے اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو حکم
 دیا جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی
 کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم نہیں مانو گے تو اللہ
 ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں
 ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد و ثنا کیا ہوا (۱۳۱)
 اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور
 زمینوں میں ہے اور اللہ کافی ہے حمایت کرنے
 والا۔ (۱۳۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور ہم نے ان لوگوں کو حکم دیا
 جن پر پہلی کتابیں نازل ہوئیں اور تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرو، اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ کے ملک میں
 ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تعریف کیا گیا ہے اللہ کا ڈر، اللہ تعالیٰ کی
 عظیم نعمت ہے، جسے مل جائے۔ اللہ کا خوف گناہوں سے بچنے کا بہترین سبب ہے جس قدر ڈر بڑھتا جائے
 گا گناہ کم ہوتے جائیں گے حدیث شریف میں ہے جب بندہ خدا کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ
 اس طرح جھڑتے ہیں جیسے موسم سرما میں درخت کے پتے۔ یہ ایسے سمجھا جائے جس بچے کو ماں باپ کا ڈر
 نہیں ہوگا وہ جو چاہے کرے جسے ڈر ہوگا وہ غلطیوں سے بچے گا کہ بُرا کام کرنے پر ماں مارے گی، بندہ کو خدا
 کا خوف ہے تو گناہوں سے بچت ہوگی گناہوں سے بچنے کا یہ بہترین علاج ہے ان آیات میں تین مرتبہ ذکر
 ہوا ہے کہ اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ پہلی مرتبہ فرمانے سے یہ مراد ہے کہ اس

کی قدرت وسیع ہے اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں دوسری جگہ سے یہ مراد لیا جائے کہ اگر تم اس کا انکار کرو گے تو اسے تمہاری پرواہ نہیں، تیسرے مقام پر جو ذکر فرمایا گیا تو معنی لیا جائے کہ اگر تم اس سے ڈرتے رہو پرہیزگار بنو اور اس کی اطاعت اختیار کرو تو وہ تمہاری سب مشکلات و مصائب میں کام آتا رہے گا اور تمہارے اجر بڑے بڑے سب کام بناتا رہے گا۔

آیہ کریمہ میں جو خدا سے ڈرنے کا حکم اور کفر سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس لئے نہیں کہ اللہ کو اس کی ضرورت ہے وہ خود تمہارے فائدے کے لئے ہے ورنہ اگر پوری دنیا اس کا انکار کر دے تو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی، کفر کا لغوی معنی چھپانے کا آتا ہے اصطلاح میں کافر وہ ہے جو توحید و رسالت کو چھپاتا ہے۔ کفر گاڑی کے ٹائر کو بھی کہتے ہیں کہ وہ ٹیوب کو چھپاتا ہے، شریعت مطہرہ میں انکار یا ناشکری کو کفر کہتے ہیں کہ ان دونوں حرکتوں سے انسان رب کی نعمتوں کو چھپاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور
 دوسرے لوگوں کو لے آئے اور اللہ اس پر قادر
 ہے (۱۳۳) جو شخص دنیا کا ثواب چاہے تو اللہ
 کے پاس دنیا اور آخرت کا ثواب ہے اور اللہ
 سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (۱۳۴)

إِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ
 وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ۖ مَنْ كَانَ يُرِيدْ
 ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا

تفسیر

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت حاکمیت کا ذکر فرمایا گیا، اس آیہ مبارکہ میں ہیبت، قدرت اور قوت کا اظہار ہے کہ جس کو چاہے رکھے جس کو چاہے ماردے۔ مشرکین مکہ پر غضب کا اظہار ہے کہ وہ حضور ﷺ کو تنگ کرتے تھے، دکھ دیتے تھے آپ کی دعوت حق کو ٹھکراتے تھے تو ان لوگوں پر اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے

معاندین سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری سرکشی، کبر و غرور اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تم سے پہلے بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو مار کھا گئے برباد ہو گئے حق بدستور بڑھ رہا ہے تمہیں موقع ہے کہ اچھے کام کرو دنیا و آخرت کو سنوارو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو وہ قادر ہے کہ تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دے

اگلی آیہ کریمہ میں صرف دینی اجر طلب کرنے کی مذمت ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں اجر طلب کرنے کی تعریف ہے جو شخص اپنے عمل میں صرف مال کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ آخرت کی اُمید بھی رکھے اللہ رب العزت کے پاس دنیا و آخرت دونوں کے خزانے ہیں۔ مثلاً مجاہد صرف مال غنیمت کی تمنا کرے تو اسے چاہئے کہ آخرت کا اجر بھی مانگے۔ قرآن مقدس نے بھی دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری مانگنے کا حکم فرمایا ”رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً“ اے اللہ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی عطا فرما۔ بعض منافقین مدینہ جو حشر نشر کے قائل نہ تھے پھر حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے اور یہ شرکت صرف مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے ہوتی تھی ان کے بارہ میں یہ فرمایا کہ وہ دنیا کے ساتھ آخرت کے طالب بھی ہوں اس کے پاس دنیا و آخرت کے خزانے ہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اُس کے پاس دنیا و آخرت کی دونوں نعمتیں ہیں تو اس سے آخرت کی نعمتوں کا مطالبہ کیوں نہ کیا جائے وہ تو دنیا سے اعلیٰ ہے آخرت طلب کرنے والے کو ثواب ہوگا اور دنیا چاہنے والے کو آخرت میں محرومی ہوگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ
شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ
وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ
بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ
تَلَاَوْا أَوْ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرًا

اللَّهُ
الْعَظِيمُ

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم
رہو اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن
جاؤ خواہ یہ گواہی تمہارے خلاف ہی ہو یا
تمہارے ماں باپ یا قرابت داروں کے،
(مقدمہ میں فریق) امیر ہو یا غریب اللہ ان کا
زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہذا تم خواہش کی پیروی
کر کے انصاف کی روگردانی نہ کرو، اگر تم نے
گواہی میں گڑبڑ کی یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے
سارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔ (۱۳۵)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں شوہروں کو اپنی بیویوں سے عدل و انصاف کا حکم تھا۔ اس آیت مبارکہ میں عمومی طور پر
عدل و انصاف اور حق کی حمایت کا حکم دیا گیا ہے کہ تمام بندے عدل و انصاف کے پابند ہوں اور ظلم و ستم سے
الگ رہیں شہادت دینے میں کوتاہی نہ کریں۔ وہ شہادت ان کے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو، یعنی کسی کے
حق میں صحیح شہادت دینے سے انہیں مشکلات و مصائب اور ظالم لوگوں کی طرف سے دکھ ہی کیوں نہ اٹھانے
پڑیں، والدین کے خلاف ہی کیوں نہ واضح شہادت دینی پڑے۔ ایک معنی تو یہ ہے کہ ان کے خلاف کہنا حق
ہے تو وہ حق ادا کرے، والدین کے خلاف شہادت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس کی شہادت سے اس کے ماں
باپ پر مظالم ہوں تو بھی حق کی حمایت نہ چھوڑے۔

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے تمام معاملات میں عدل و انصاف کو مرکزیت حاصل ہے۔ یہ اوصاف
ہونگے تو کسی کے حق میں گواہی کی جرأت ہوگی۔ امیر اور غریب کے بارے میں شہادت کا ذکر فرمایا جس کا

معنی یہ ہے کہ امیر کی امارت کی وجہ سے اس کے خلاف شہادت دینے کو نہ چھوڑے اور نہ ہی کسی غریب کی غربت کی وجہ سے اس کے خلاف شہادت کو ترک کرو، انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں آمد اور کتب و صحائف کا نزول ہے ہی اس لیے کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم ہو، حق کا بول بالا ہو، باطل رسوا ہو۔

اس آیت پاک میں مسلمانوں کو سچی گواہی دینے کی ہدایت دی گئی ہے، یہی عنوان ایک دوسرے مقام پر قرآن مقدس سے اس طرح ملتا ہے ”و انزلنا علیہم الكتاب والمیزان ليقوم الناس بالقسط“ (حدید) ہم نے اپنے رسول واضح نشانیاں دے کر بھیجے ہیں ان کے ساتھ کتاب اور ترازو اتارے کہ لوگ ٹھیک رہیں۔ اس آیت پاک سے واضح ہے کہ اسلام امن کا دین ہے، انصاف کا دین ہے۔ کاش! وہ لوگ جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں وہ اسلام کی ان ہدایات اور قیام امن کے لیے اصطلاحات پر ہی غور کریں آیت کے آخر میں فرمایا گیا تم خواہشات کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو وہ خیر ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول ابن جریر نے امام سیوطی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے دربار گو ہر بار میں ایک امیر اور ایک غریب کا مقدمہ پیش ہوا عام حضرات کو غریب پر رحم آیا، وہ سمجھے کہ غریب سچا ہوگا، امیر جھوٹا ہے کہ غریب امیر پر ظلم کر سکتا ہی نہیں، تب یہ حکم نازل ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَ
مَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ
كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَزْدَدُوا كُفْرًا
لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا

اے ایمان والو! (مضبوط) ایمان لاؤ اللہ پر اور
اس کتاب پر جو پہلے نازل ہوئی اور جو شخص اللہ
اور اس کے فرشتوں اسکی کتابوں اور اسکے
رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرتا ہے تو وہ
گمراہی میں مبتلا ہوا اور حق سے دور ہوا
(۱۳۶) بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر
ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے اور پھر کفر
میں بڑھ گئے، اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ
ہی انہیں سیدھی راہ پر چلائے گا (۱۳۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم تھا۔ اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عدل و انصاف کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ اس کے احکام مانو اطاعت کرو، وہ تمہارا
رازق ہے مالک ہے۔ خالص ایمان والو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو، بحالت اسلام بھی بندے کو کئی کٹھن
مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہمت، جرأت اور ثابت قدمی سے رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب کے دو بیٹے، اسد اور اسید ثعلبہ بن قیس، حضور ﷺ کی
بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم آپ کی کتاب قرآن مجید اور موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات اور
حضرت عزیز علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں باقی کتابوں اور رسولوں پر نہیں۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ
ایمان نہیں، ایمان یہ ہے کہ تم ساری کتابوں پر سارے رسولوں پر، ایمان لاؤ تب مومن ہو سکو گے۔ تو یہ آیہ
مبارکہ نازل ہوئی، اگر اس ضابطہ سے انکار ہوا تو سراسر گمراہی ہے، آیہ مبارکہ ”ان الذین امنوا ثم

کفرُوا ثم امنوا“ سے کون لوگ مراد ہیں۔ بعض نے کہا وہ یہود مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر چھڑے کی پرستش کر کے کافر ہو گئے پھر توبہ کر کے مومن بن گئے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے کافر ہو گئے پھر حضور اکرم ﷺ کا انکار کر کے کفر میں اور بڑھ گئے۔ بعض نے کہا اس سے مراد منافقین ہیں جو بظاہر مسلمان ہو گئے پھر کفار کے ساتھ مل گئے اور انہیں کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور پھر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور انہیں کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد مرتدین ہیں جو بار بار ایمان لا کر بار بار مرتد ہوئے ایسے کمزور عقیدہ بندے جب کفر کا پہلو بھاری دیکھا تو اس کی طرف مائل ہو گئے اسلام کا غلبہ نظر آیا تو اسلام کے سایہ میں آ گئے پھر کفر کو پھیلنے دیکھا تو اس کی طرف مائل ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے لیے درگزر معافی کا پہلو نہیں، یہ گمراہی کے گڑھے میں گر گئے اور ان کی نجات کا کوئی راستہ نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

منافقوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے درد ناک عذاب ہے (۱۳۸) جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں، بے شک عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔ (۱۳۹)

يَسِّرُ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَخَذُونَ الْكُفْرَيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَلْبَسْنَاهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا يَكُونُ لَكُمْ بِهِ عَذَابٌ ۖ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۖ

ﷺ
العظيم

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں ان مجرموں کا ذکر تھا جنہوں نے ایمان اور کفر کو شغل سمجھ رکھا تھا اب ان مجرموں کی وضاحت ہے کہ انہیں بشارت دے دیجئے کہ انہیں درد ناک عذاب ہے۔ بشارت وہ خبر ہے جس کا اثر چہرہ پر ظاہر ہو، اس مقام پر خوفناک خبر کو بشارت کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا جو اظہار غضب کے لیے ہے کہ اے محبوب! (ﷺ) انہیں خوشخبری سنا دیں کہ انہیں موت قبر حشر میں سخت عذاب ہوگا، آخرت کی شدت، پل

صراط کا گزرنا، جہنم کی گرمی، کفار کا خون پیپ کھانا، یہ ساری مصیبتیں ان کے لیے ہوں گی ذلت و خواری کا طوق ان کے گلے پڑا ہوگا دنیا میں تو منافقین مسلمانوں کے ساتھ رکھے گئے، ان پر شرعی احکام جاری کیے گئے مگر آخرت کو کفار کے ساتھ ہوں گے ایسے لوگوں کو دردناک عذاب ہوگا اور اس عذاب کا احساس بھی ہوگا، بعض گنہگار مومنوں کو بھی عذاب ہوگا مگر کفار کی طرح شدت کا احساس نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں نور ایمان ہے اگرچہ کچھ گناہوں کی وجہ سے مبتلا ہے مگر کافر کی سی کیفیت نہیں ہوگی، کیا یہ لوگ کفار کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے ملنے سے عزت ملے گی اور مسلمانوں سے ملنے پر رسوائی ہوگی انہیں معلوم ہونا چاہئے عزت کا مالک تو اللہ ہی ہے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔ اے منافقو! تمہیں یہ حکم دیا جا چکا ہے کفار سے نہ ملو ان کی محفلوں میں نہ بیٹھو اگر تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن کفار سے دور رہو تو تمہیں چاہئے آج دنیا میں بھی ان سے دور رہو۔

اس آئیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین سے مل کر رہنے والوں کے لئے وعید ہے اور ساتھ ہی یہ وجہ بھی بتا دی گئی ہے کہ وہ کفار و مشرکین سے میل جول کیوں رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان سے ملنے میں عزت ہے حالانکہ ساری کی ساری عزت اللہ کیلئے ہے۔ قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا ”ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين“ عزت تو صرف اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول کیلئے ہے اور مسلمانوں کیلئے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”من اعتز بالعبید اذلة الله“ جو شخص بندوں کے ذریعے عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر کو ایک خط لکھا تھا جس میں فرمایا تم تعداد میں کم تھے اور کمزور تھے، اسلام کی وجہ سے تمہیں عزت ملی اگر تم اسلام کے علاوہ کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تمہیں ذلیل کر دے گا، اگر کسی دور میں کبھی کفار کو عزت ملی اور مسلمان پریشان ہوئے تو یہ اس ضابطہ کے خلاف نہیں کہ بالآخر جب عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت ہوگی اور مسلمان ٹھیک اسلام پر مضبوط ہو جائیں گے تو پھر غلبہ انہیں کا ہوگا۔ کفار و مشرکین رسوا ہوں گے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ
آيَاتَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَفْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا
مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ
إِنَّكُمْ إِذَا أَقْبَلْتُمُ إِلَى اللَّهِ جَامِعِ الْمُتَّقِينَ
الْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا

اللہ
الصلی
العظیم

اور بے شک تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ
کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے، اور ان کی
ہنسی اڑائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو،
جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف نہ
ہوں، ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو، بے شک اللہ منا
فقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (۱۴۰)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کے کفر کا ذکر تھا، کفر کے انجام سے ڈرایا گیا تھا، اب ان سے بچنے، ان کی محفل میں
نہ بیٹھنے کا ذکر ہے کہ وہ بچھو ہیں ان کے ڈسنے سے بچو، سانپ بچھو کا ڈنگ جان لیتا ہے، کافر مشرک کا ڈنگ
ایمان برباد کرتا ہے۔

مکہ معظمہ میں مشرکین، کفار اسلام کا مذاق اڑاتے، بات بات پر طنز کرتے، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے
کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تو حکم خداوندی نازل ہوا ”فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی
حدیث غیرہ“ جب تم دیکھو وہ اسلامی شعار کا مذاق اڑا رہے ہیں تو ان سے کنارہ کشی کر لو حتیٰ کہ وہ دوسری
باتوں میں لگ جائیں۔ ہجرت کے بعد صحابہ مدینہ منورہ آگئے تو وہاں بھی یہود نصاریٰ کے مذہبی راہنماؤں
نے بھی وہی انداز شروع کیا احکام اسلامی کا مذاق اڑاتے، منافقین ان کی محفل میں بیٹھتے، ان کی ہاں میں
ہاں ملاتے۔ ”نزل علیکم“ فرما کر انہیں مکہ مکرمہ میں اترنے والی آیہ کریمہ یاد دلائی جا رہی ہے جس
میں کفار کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت فرمادی گئی تھی چونکہ منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لئے ”علیکم“
کا خطاب ہے۔ آیات کے اترنے سے مراد آیات قرآنی ہی ہیں، حضور ﷺ کے معجزات و کمالات کا ظہور بھی
ہے۔ آیات قرآنیہ مراد ہیں تو ان کا انکار کرتے تھے معجزات مراد ہوں تو ان کو جھٹلاتے تھے، اس آیت میں

فرمایا جا رہا ہے کفار کی محفل میں نہ بیٹھو۔ اس عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ”فلا تتعدوا بعد الذکر مع القوم الظالمین“ پتہ چل جانے کے بعد ظالموں کی محفلوں میں نہ بیٹھو۔ بحر محیط میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقع اس طرح درج ہے کہ آپ نے ایک ایسے شخص کو سزا دی تھی جس نے روزہ رکھا ہوا تھا مگر شرابیوں کی محفل میں حاضر تھا۔ ابن کثیر نے اسی عنوان پر ایک اور روایت نقل کی ہے جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔ یہ ساری باتیں بدکردار لوگوں سے بچ کر رہنے کا درس ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

نیک کی صحبت تجھے نیک بنادے گی اور بری صحبت تجھے برا بنادے گی۔

جلیل القدر نبی نوح علیہ السلام کا بیٹا بری محفل میں بیٹھ کر گمراہ ہو گیا (العیاذ باللہ) ”الصحة توثر ولو قل“ صحبت اثر کرتی ہے تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

آجکل بہت سے نوجوان کہتے ہیں ہر نظریہ ہر مسلک کی محفل میں جانے سے کوئی حرج نہیں۔ ان کا یہ موقف اس ارشاد ربانی کے خلاف ہے وہ بچیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک یہودی راہب کے تورات کے درس میں بیٹھ جاتے تھے کہ وہ بھلا ان آیات کا ترجمہ کیا کرتا ہے جو حضور ﷺ کے حق میں نازل ہوئیں تو حضور ﷺ نے وہاں بیٹھنے سے روک دیا تھا۔

آیہ پاک میں ”انکم اذا مثلهم“ کا ارشاد بہت اہم دکھائی دے رہا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے یعنی اگر تم ایسی محفل میں ٹھہرے رہے، جس میں آیات کا انکار ہے یا استہزاء ہے تو تم بھی اس میں شریک ہو کر ان جیسے ہو گئے۔ اگر اس کفر اور استہزاء کو دلی طور پر تسلیم کر لیا تو کافر ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمُ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فِتْنَةٌ مِنْ
 اللَّهُ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ
 نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُمْ
 مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا

وہ لوگ جو انتظار کرتے ہیں اگر اللہ کی طرف
 سے تمہیں فتح مل جائے تو کہیں کیا ہم تمہارے
 ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے
 کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں
 مسلمانوں سے بچایا، اللہ تم سب میں قیامت
 کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو
 مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (۱۴۱)

تفسیر

”الذین“ سے مراد منافقین، کفار، مشرکین ہیں ان لوگوں کا تعصب اور اسلام دشمنی تو اس حد تک پہنچ چکی ہے
 کہ یہ تمہارے متعلق انتظار کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں تمہیں فتح مل جاتی ہے تو وہ
 تمہارے دوست بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، مسجد کی حاضری، نمازوں کی پابندی
 ، مسجد کے معاملات میں دلچسپی، جہاد میں شمولیت یہ باتیں کر کے وہ تم سے مال غنیمت کا حصہ چاہتے تھے اور اگر
 کفار کو ظاہری غلبہ ہو گیا ہے تو کفار سے کہتے ہیں اگر ہم مسلمانوں سے تعاون کرتے تو تمہیں شکست دی جاسکتی
 تھی، پھر ہم میدان میں آ کر تم سے لڑے ہی نہیں ہیں ہم نے تمہیں مسلمانوں کی مار سے بچایا ہے ان کی راز کی
 باتیں تم تک پہنچاتے رہے اس طرح تمہارے مددگار رہے، اب جنگ کے مفاد میں ہمیں بھی حصہ دو، فیصلہ تو
 قیامت کو ہی ہوگا کہ مومن جنت میں جائیں گے اور یہ منافق دوزخ میں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کافروں کو
 مسلمانوں پر جل کر چلنے کی راہ کا موقعہ نہیں دیگا اور اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ منافقین و کفار جتنا بھی چاہیں
 زور لگالیں، اللہ تعالیٰ کفار کو مسلمانوں پر مکمل غلبہ نہیں دے گا اور ان کی کوششیں اسلام کو کبھی مٹا نہ سکیں گی۔

ان دنوں 2006ء میں مسلمانوں کو مٹانے کیلئے کفر نے اکٹھا ہو کر کس قدر خطرناک اور خوفناک جنگیں

مسلمانوں پر مسلط کی ہیں۔ افغانستان، عراق، لبنان، فلسطین وغیرہ کئی ملکوں پر ظلم کی انتہا کی ہے، مگر اسلام آئے دن بڑھ رہا ہے، امریکہ کے صدر ریش کا بیان ہے کہ اسلام امریکہ میں سب سے زیادہ پھیل رہا ہے۔ اس آئیہ کریمہ میں منافقین کی دوہری پالیسی کو واضح فرمایا گیا ہے کہ ان کا کوئی دین ایمان نہیں وہ صرف دولت کے خواہاں ہیں، جس طرف سے ملنے کی امید لگی اسی طرف جھک گئے۔ شاید یہی طریقہ آج بھی بہت سے لوگوں میں پایا جاتا ہے وہ ہر حکومت کی باگ ڈور سے وابستہ رہتے ہیں چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو، یہ طریقہ کفار و مشرکین کا ہے جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے بچنا چاہئے، جن کا دین و ایمان صرف دولت ہے، حکومت ہے جاہ و منزلت ہے ایمانی تقاضا یہی ہے حق کی حمایت کرو اس میں فائدہ ہو یا نقصان۔ آئیہ کریمہ کے آخر میں کفار مومنوں پر کبھی غالب نہیں ہو سکیں گے اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ دلائل کی روشنی میں اسلام ہمیشہ کامیاب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ
وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُرَاءُونَ
النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ مُذَبِّدِينَ
بَيْنَ ذَلِكَ ۖ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ ۚ
مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۚ

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

بے شک منافقین دھوکہ دے رہے ہیں اللہ کو (اپنے گمان میں) اور اللہ انہیں سزا دینے والا ہے (ان کے دھوکے کی) اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے (ریا کاری کے لیے) اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت کم (۱۴۲) کفر و ایمان کے درمیان ڈانوا ڈول ہو رہے ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے ہرگز ہدایت کا راستہ نہ پائے گا۔ (۱۴۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے اس دھوکہ اور فریب کا ذکر تھا جو وہ جہاد کے موقعہ پر اختیار کرتے تھے مسلمانوں سے انکی حمایت کا تذکرہ کفار سے اس کے تعاون کی یقین دہانی۔ اس آیہ کریمہ میں عام فریب، مکاری اور دھوکہ کا ذکر ہے کہ مسلمان بچے رہیں، ان کا نماز پڑھنا بھی محض مکاری ہے وہ اپنے کردار سے خود مصیبت میں مبتلا ہیں نماز نہ پڑھیں تو مسلمانوں سے خارج ہوتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو فائدہ کیا، دل تو نور ایمان سے محروم ہے اور یہ نماز جو دل سے نہیں محض دکھاوا ہے، انہیں دوزخ سے نہیں بچا سکے گی۔ نماز کا وہ ذوق جو مسلمانوں کو نصیب ہے ”صل کا نک تروا“ ایسے نماز پڑھ جیسے تو اپنے محبوب کو دیکھ رہا ہے، وہ منافقین کو کیسے نصیحت دے سکتا ہے یہ تو نماز میں چند منٹ مشکل سے کھڑے ہوتے ہیں پھر فوراً بھاگ جاتے ہیں۔

اسی آیہ مبارکہ سے واضح ہے کہ نماز میں چاک و چوبند ہو کر حاضری ہو، سستی کا ہلی سے نماز پڑھنا منافقین کا عمل ہے جس سے بچنا ضروری ہے اگر عقیدے کی سستی ہے جیسے منافقین کی تھی تو پھر تو بہت بڑی سستی اور بہت بڑا جرم ہے اگر کسی عذر سے سستی ہے تو وہ مجبوری ہے جو قابل ملامت نہیں، اللہ غفور ہے، رحیم ہے اگر بلا عذر سستی ہے کاہلی ہے تو قابل ملامت ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اسی آیہ مبارکہ کے اندر ذکر ہے کہ ”منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں“ دھوکہ تو اسے دیا جاسکتا ہے جو حقیقت سے واقف نہ ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ تو سبھی کچھ جانتا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا چاہتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ ویسے ہی ہے جیسے اللہ کے ساتھ ہے اللہ نے انہیں دھوکہ کی سزا دی کہ اپنے رسول ﷺ کو انکی حرکات پر مطلع فرما دیا، ان کا راز فاش ہو گیا اور وہ ذلیل ہوئے۔ اسی آیہ پاک میں منافقین کی تین عادات کا ذکر فرمایا گیا ہے جن سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے، سستی سے نماز پڑھنا، دکھاوے کے لئے نماز پڑھنا، اللہ کا ذکر بہت کم کرنا۔ اللہ کا ذکر کم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نماز میں تکبیرات کو تو کہتے ہیں مگر تلاوت، رکوع

وہجود کی تسبیحات کو چھوڑ دیتے ہیں، منافقین کی چوتھی عادت یہ فرمائی گئی کہ وہ تذبذب کا شکار ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر انہیں سکون قلب نہیں ثابت قدمی نہیں، نہ تو مشرکین کی طرح واضح طور پر شرک کرتے تھے اور نہ ایمان داروں کی طرح اسلام کے وفادار تھے وہ اسلام و کفر کے درمیان مذذب ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اے ایمان والو! مومنوں کے سوا کافروں کو
 دوست نہ بناؤ کیا تم اپنے خلاف اللہ کیلئے ایک
 واضح حجت قائم کرنا چاہتے ہو (۱۴۴) بے شک
 منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں
 گے اور (اے مخاطب) تو ان کے لئے ہرگز کوئی
 مددگار نہ پائے گا۔ (۱۴۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ
 مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ
 عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الذِّكْرِ
 الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا

صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم

تفسیر

ایمان والوں سے ارشاد ہو رہا ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کفار و مشرکین کو دوست نہ بناؤ کہ جیسے منافق کافروں کو دوست بناتے ہیں، ورنہ تم بھی منافقوں کی طرح ہو جاؤ گے پھر حکم فرمادیا گیا کیا تم اپنے خلاف واضح دلیل قائم کرنا چاہتے ہو جس سے تم عذاب الہی کے مستحق ہو جاؤ پھر منافقین کے ٹھکانے کا ذکر فرمادیا کہ وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیہ کی تشریح فرماتے ہیں منافق لوہے کے ایک تابوت میں ہوں گے جس کا کوئی دروازہ نہیں ہوگا (جامع البیان)

دوزخ کے کئی طبقات ہیں جہنم، لظی، الحطیم، السعیر، سقر، جحیم، ہاویہ، کبھی ان تمام طبقات پر جہنم کا اطلاق ہی کر دیا جاتا ہے ان طبقات کو درکات اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تہہ در تہہ ہیں اور منافقین کا آخری طبقہ میں ہونا عذاب کے شدید ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ آیہ کریمہ سے واضح ہے کفار کی دوستی ان سے دلی تعلقات ان

کے لئے عذاب کی دلیل ہے کہ انہوں نے کفار سے دوستی پیدا کر کے اپنے پر دلیل قائم کر لی ہے کہ وہ انہیں سے ہیں۔

اس ارشاد گرامی کے اترنے کا باعث یہ ہوا مدینہ منورہ میں جب انصار ایمان لائے اور انہیں کفار کی دوستی سے روک دیا گیا تو ان میں سے بعض نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی حضور! اب ہم کن سے دوستی رکھیں ہمارے پرانے دوست تو کفار ہیں، فرمایا مہاجرین ایمانداروں سے دوستی رکھو، تب حضور ﷺ کی تائید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

منافقین کی سزا کا ذکر فرما دیا گیا کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے چونکہ منافق دراصل کافر بھی تھے مکار بھی تھے، اسلام کا مذاق اڑانے والے بھی یہی ہیں۔ جرائم کی سزا انہیں ملے گی کہ تمام طبقات جہنم کے مجرموں کا خون پیپ فضلہ ان پر گرے گا اور وہ کھائیں گے (العیاذ باللہ) اور تو ان کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَ
سَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ مَا
يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدْلٍ إِنَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۚ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ
لِللَّهِ شَآكِرٌ عَظِيمٌ ۝

ﷺ
الْعَظِيمُ

مگر (ان منافقین سے) جن لوگوں نے توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے اور انہوں نے اللہ کا دامن پکڑ لیا اور اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر لیا وہ مومنوں کے ساتھ ہو گئے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا (۱۴۶) اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ شکر کی جزا دینے والا بہت جاننے والا ہے۔ (۱۴۷)

تفسیر

چونکہ منافقین کے جرائم شدید تھے، خدا سے بغاوت، رسول اللہ ﷺ سے اندرونی عداوت، مسلمانوں سے دھوکہ بازی مکروفریب یہ جرائم شدید تھے تو ان کے حالات تبدیل ہونے کیلئے کئی شرائط لگا دیں۔ پہلی بات یہ ہے دو توبہ کریں۔ توبہ کا معنی ہے لوٹنا کہ وہ اپنی برائیوں سے لوٹ آئیں، قبولیت توبہ کیلئے شرط یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ اور شرمندگی اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں، تیسری بات فرمائی کہ توبہ اور اعمال کی درستی کریں تو اس کے پیش اللہ کی رضا مطلوب ہو، دنیا کا دکھاوایا کوئی اور مقصد نہ ہو ایک اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑیں، اللہ کے دامن سے مراد رسول اللہ ﷺ کا دامن ہے یا دین کا دامن ہے یا قرآن و ایمان سے مضبوط وابستگی ہے کہ پھر چھوٹ نہ سکے۔ اس انداز کے اعتراف کے ساتھ وہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے، اس صورت کے اختیار کرنے سے یہ لوگ دنیا میں بھی مومنین کے ساتھ اور آخرت میں بھی انہیں مومنین کا ساتھ نصیب ہوگا اور اللہ مومنین کو ایسا عظیم اجر دے گا کہ تمہارے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہوگا۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ شکر کی جزا دینے والا ہے، بہت علم والا ہے شکر کے پہلے ذکر کرنے سے شکر کی عظمت کا پتہ چلتا ہے شکر کرنا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، ارشاد ہوتا ہے ”لئن شکرتکم لازیدنکم“ اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا، عام عبادات کرنے والے تو اس کے بندے بہت ہیں مگر شکر کے بارہ میں فرمایا ”وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِ الشُّكْرِ“ شکر گزار بندے کم ہیں۔

اس آیہ پاک میں شکر کو ایمان پر مقدم کیا گیا ہے حالانکہ ایمان تو اصل دولت ہے جو سب سے پہلے ہے امام فخر الدین رازی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اصل عبارت یوں ہی ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ اور شکر ادا کرو، یہ بھی حکمت ہے کہ شکر ایمان لانے کا سبب بھی ہو سکتا ہے اس لئے شکر کو ایمان سے پہلے ذکر فرمایا گیا۔

یہ بھی اشارہ ہے کہ منافقین و کفار کو شکر کرنا چاہئے کہ ایک عظیم الشان رسول ان کے زمانہ میں جلوہ گر ہوا، لہذا وہ اس پر ایمان لائیں اسے دل کی گہرائیوں سے مانیں، اللہ شکر کی جزا دینے والا ہے اور اگر کوئی کما حقہ شکر ادا نہ کر سکا تو وہ اس بندے کے عجز و کمزوری کو جانتا ہے، وہ غفور ہے، وہ رحیم ہے۔

یعنی اگر تم راہ راست پر آ جاؤ اور گمراہی سے بچ جاؤ، عجز و اخلاص سے اُس کے حضور سر جھکا دو تو اُسے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
الحمد للہ پانچواں پارہ آج یکم دسمبر 2006ء کو بوقت سحری مکمل ہوا۔ واللہ الحمد
ابوالنصر منظور احمد عفا اللہ عنہ
جامعہ فریدیہ ساہیوال